اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ
یا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے [۱] اور تمہارے لئے آسمان سے

السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا
پانی اتارا [۲] تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے تمہاری

كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ
طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے [۳] کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ وہ

قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ (۶۰) اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ
لوگ راہ سے کتراتے ہیں [۴] یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی [۵]

جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ
اور اس کے بیچ میں نہریں نکالیں اور اس کے لئے لنگر بنائے [۶] اور

بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
سمندروں میں آڑ رکھی [۷] کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بلکہ ان میں اکثر

لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ (۶۱) اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ
جاہل ہیں [۸] یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے [۹] جب اسے پکارے

وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ
اور دور کر دیتا ہے برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے [۱۰]

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ (۶۲) اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ
کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے

فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا
اندھیریوں میں خشکی اور تری کی [۱۱] اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
کے آگے خوشخبری سناتی [۱۲] کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے برتر ہے اللہ ان کے

۱۔ زمین و آسمان، ظاہری کائنات کی اصل اور بہت منافع کا مرکز ہیں، اسی لئے اکثر انہیں کا ذکر فرمایا جاتا ہے ۲۔ یعنی یہ سارے انتظامات رب نے تمہارے لئے کئے ہیں اپنے واسطے نہیں کئے ہیں، ان کا نفع تم کو ہے۔ تم کو بھی چاہیے کہ رب کو راضی کرنے کے لئے کچھ کام کیا کرو ۳۔ کیونکہ صرف کنوؤں کے پانی سے کھیت و باغ کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ بارش نہ ہو یہ سرسبز نہیں رہ سکتے، نیز کنوؤں کا پانی بھی آسمان ہی سے آتا ہے، اگر بارش نہ ہو تو کنوئیں بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ ۴۔ کہ توحید الٰہی کے اتنے دلائل ہوتے ہوئے پھر بغیر دلیل شرک اختیار کرتے ہیں معلوم ہوا کہ دلائل توحید میں غور نہ کرنا بڑی ہی محرومی ہے، عقل وہی ہے جس سے رب تعالیٰ کی قدرت کے نظارے کر کے رب کو پہچانا جاوے۔ ۵۔ اس طرح کہ تم سب کا قرار زمین پر ہے یا زمین کو قرار ہے جنبش نہیں، ورنہ تم اس میں ٹھہر نہ سکتے زلزلے میں تمام انتظام درہم برہم ہو جاتے ہیں ۶۔ یعنی زمین پانی پر ایسی تھی، جیسے دریا پر کشتی، اس لئے اس میں جنبش و حرکت ہوتی، لہٰذا اس پر پہاڑ رکھے تاکہ پہاڑوں کے وزن سے زمین حرکت نہ کر سکے، ان آیات سے معلوم ہوا کہ زمین حرکت نہیں کرتی۔ ساکن ہے۔ جہاز میں لنگر ڈالنے سے جہاز ٹھہر جاتا ہے۔ ۷۔ اس طرح کہ بعض سمندر میٹھے ہیں اور بعض کھاری، لیکن نہ میٹھا پانی کھاری سے مخلوط ہوتا ہے نہ کھاری میٹھے سے ان میں قدرتی آڑ رکھی گئی ہے ۸۔ کہ رب تعالیٰ کی صنعتوں میں غور نہیں کرتے، معلوم ہوا کہ جو علم رب کی ذات و صفات کی طرف رہبری نہ کرے وہ جہالت ہے اور اگر علم ریاضی و جغرافیہ سے صحیح نتیجے نکالیں جائیں تو یہ علوم معرفت الٰہی کا بڑا ذریعہ بن جائیں ۹۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بے قرار کی دعا بہت قبول کرتا ہے، دعا کی قبولیت کے شرائط میں سے بے قراری بھی ایک شرط ہے، اسی لئے حکم ہے کہ بے قراروں سے اپنے لئے دعا کراؤ۔ مسافروں، بیماروں، مظلوموں، مقروضوں کی دعا قریب قبول ہوتی ہے ۱۰۔ اس طرح کہ اپنے اگلوں کی زمینوں کے تم مالک ہوئے اور تمہارے پچھلے تمہاری زمینوں کے وارث ہوں گے، پاک ہے وہ جس کی ملک کو زوال نہیں ۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب رب نے دنیاوی سفروں کے لئے ہدایت کے سامان، تارے وغیرہ پیدا کئے تو آخرت کے سفر کے لئے ہادی انبیاء کرام، اولیاء، علماء کیوں نہ پیدا فرماتا۔ اس آیت میں آئندہ ایجادات کی خبر بھی ہے، کہ ہدایت کے لئے قطب نما وغیرہ بنیں گے، جس سے مسافر رات کی تاریکیوں میں راہ پا لیا کریں گے، جیسا کہ آج ہو رہا ہے ۱۲۔ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔ اور ہواؤں سے مراد مون سون وغیرہ وہ ہوائیں جو بارش لاتی ہیں۔ جن کے چلنے سے لوگ بارش کے امیدوار ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ریاح رحمت کی ہوا کو، اور ریح عذاب کی ہوا کو فرمایا جاتا ہے۔

۱۔ کفار قریش ابتداءِ خلق کے تو قائل تھے اور رب تعالیٰ کو اپنا خالق و مالک مانتے تھے ' مگر آئندہ ' اٹھنے کے قائل نہ تھے۔ لیکن چونکہ دلائل سے اس اعادہ کا ثبوت ہو چکا۔ اس لئے یہ استفہام انکاری فرمانا درست ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ پر کوئی اعتراض نہیں ۲۔ یعنی آسمان سے بارش اور سورج' چاند' تاروں کی روشنی دیتا ہے اور زمین سے تمام پیداوار پھل' دانہ' غذائیں' دوائیں یا ان تمام پیداوار میں زمین و آسمان کی امداد شامل ہے کہ زمین کی مٹی آسمانی بارش و نور سے یہ سب کچھ بنتی ہیں۔ یا زمین نفس سے جسمانی غذائیں' بیداری' نیند' راحت و مصیبت اور آسمان نبوت سے روحانی غذائیں ایمان و اعمال عطا فرماتا ہے ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو جھوٹا کرنے کے لئے اس سے دلیل مانگنا جائز ہے' ہاں اس کی حقانیت کے احتمال سے دلیل مانگنا، کہ شاید یہ برحق ہو' کفر ہے' اگر کسی نے دعویٰ نبوت کیا' دوسرے نے اس سے دلیل مانگی یہ سمجھ کر کہ شاید سچا ہو' تو یہ دلیل مانگنے والا کافر ہو گیا۔ لہٰذا فتویٰ فقہی' اس آیت کے خلاف نہیں ۴۔ ظاہری معنی سے یہ آیت وہابیوں کے بھی خلاف ہے' کیونکہ حضور کے لئے بعض علم غیب وہ بھی مانتے ہیں' لہٰذا آیت کے معنی یہ ہی ہیں کہ حقیقی طور پر غیب صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے' پھر جسے وہ بتادے اس کے بتانے سے وہ بھی جانتا ہے' جیسے کہ رب فرماتا ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یعنی حقیقی حاکم صرف رب ہے' اس کی عطا سے دوسرے بھی حاکم ہیں' اس سے اگلے رکوع میں ہے۔ وَ مَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ تمام غیب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں اور وہ کتاب مبین ہے یعنی محبوبوں پر وہ سارے غیوب ظاہر کرنے والی' اسی سے انبیاء و اولیاء کا علم ثابت ہے۔ ۵۔ یہ ساری آیت مشرکین کے اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی کہ بتائیے قیامت کب ہو گی وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ جمع فرما کر اس جانب اشارہ ہے کہ یہ علم عوام کو دینے کا نہیں ۶۔ یعنی کیا یہ لوگ قیامت کے قائل ہو گئے' جو اس کی آمد کی تاریخ و وقت پوچھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ سوال محض مذاق اور ہنسی کے لئے ہے تحقیق مقصود نہیں ۷۔ معلوم ہوا کہ جو قیامت یا موت کی تیاری نہ کرے وہ قیامت سے اندھا ہے۔ اندھا ہونے' مردہ ہونے کی بہت صورتیں ہیں' ان چیزوں کے دلائل بہت قائم ہیں جن میں غور کرنا چاہیے ۸۔ اپنی قبروں سے حساب و عذاب کے لئے' خیال رہے' کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے نہ کہ قبر والے' کیونکہ جو لوگ دفن نہ ہوں' وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھیں گے ۹۔ یعنی گزشتہ نبیوں نے ہمارے باپ دادوں سے قیامت کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اب تک قیامت نہ آئی' یہ ان کی انتہائی حماقت تھی' جیسے کوئی درخت کے متعلق کہے کہ آج بوتے ہی اس میں پھل کیوں نہیں لگتے۔ ہر کام وقت پر ہوتا ہے۔ قیامت بھی وقت پر آوے گی۔ ۱۰۔ اس سے معلوم ہوا کہ برباد شدہ قوموں کی اجڑی بستیوں کو دیکھنا عبرت حاصل کرنے کے لئے اچھا ہے' اسی طرح اللہ والوں کے پر رونق آستانوں کی زیارت کرنے کے لئے سفر کرنا تاکہ رب کی عبادت کا شوق پیدا ہو' اور امید بڑھے' بہتر ہے وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ سوا تین مسجدوں کے اور جگہ کا سفر نہ کرو اس سے مراد یہ ہے کہ اور کسی مسجد کو سفر کر کے نہ جاؤ۔ یہ سمجھ کر کہ وہاں ثواب زیادہ ہے لہٰذا حدیث و قرآن میں مخالفت نہیں ۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے عذاب پر غم نہ کھانا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ یہ مسلمانوں کے دشمن ہیں' سانپ کو مار کر خوش ہونا اچھا ہے۔

يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ

شرک سے یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور وہ جو

يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ

تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے تم فرماؤ

هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ

کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے

مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ

وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ

اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے

فِى الْاٰخِرَةِ ۚ بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْهَا ۚ بَلْ هُمْ مِّنْهَا

تک پہنچ گیا کوئی نہیں وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے

عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ

اندھے ہیں اور کافر بولے کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا

اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا

مٹی ہو جائیں گے کیا ہم پھر نکالے جائیں گے بے شک اس کا وعدہ دیا گیا ہم کو

نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ

اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادوں کو یہ تو نہیں مگر اگلوں کی

الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

کہانیاں تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

انجام مجرموں کا اور تم ان پر غم نہ کھاؤ

ع ۵ / ۱

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ... وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

اور ان کے مکر سے دل تنگ نہ ہو ۱؎ اور کہتے ہیں کب

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ

آئے گا یہ وعدہ ۲؎ اگر تم سچے ہو ۳؎ تم فرماؤ قریب ہے کہ

يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾

تمہارے پیچھے آ لگی ہو بعض وہ چیز جس کی تم جلدی مچا رہے ہو ۴؎

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

اور بے شک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر ۵؎ لیکن اکثر

لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ

آدمی حق نہیں مانتے ۶؎ اور بے شک تمہارا رب جانتا ہے جو انکے سینوں میں چھپی ہے

وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں ۷؎ اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے

اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى

سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں ۸؎ بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے

بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾

بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ۹؎

وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ

اور بے شک وہ ہدایت اور رحمت ہے مسلمانوں کے لئے بے شک تمہارا رب

يَقْضِىْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ

ان کے آپس میں فیصلہ فرماتا ہے اپنے حکم سے اور وہی ہے عزت والا علم والا۔ تو تم

عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ

اللہ پر بھروسہ کرو بے شک تم روشن حق پر ہو ۱۰؎ بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے

۱۔ یعنی کفار جو اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے تدبیریں کرتے رہتے ہیں آپ اس سے غم نہ کریں' کیونکہ یہ لوگ ان تدبیروں میں کامیاب نہ ہوں گے' سورج تمہارا ہی چڑھا رہے گا اور ایسا ہی ہوا' اس سے معلوم ہوا کہ کفر کا شور زیادہ اور زور کم ہوتا ہے' ان کے مقابلہ کی تیاری ضرور کرنی چاہیے' ہمت نہ ہارنی چاہیے ۲۔ مومنوں کی فتح و نصرت کا' یا کافروں پر دنیاوی یا اخروی عذاب کا' پہلی صورت میں وعدہ اپنے معنی میں ہے دوسری صورت میں ۔ بمعنی وعید ہے' خیال رہے کہ کفار کا یہ سوال محض مذاق و دل لگی کے طور پر تھا' اس نیت سے ایسے سوال کرنا بھی کفر ہے ۳۔ بعض اس لئے فرمایا کہ کفار پر دنیاوی عذاب تو جلد آنے والے تھے' اور قبرو حشر کے عذاب ان کے بعد چنانچہ ان کفار پر مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا عذاب میدان بدر میں آیا۔ ۴۔ یہاں ناس سے مراد عام لوگ ہیں' جن میں مومن و کافر سب داخل ہیں' فضل سے مراد دنیاوی رحمت ہے' دنیاوی نعمتیں عوام کو عطا فرمائی گئیں' ایمان و تقویٰ خاص مسلمانوں کو دیا گیا' اور عذاب کا فوراً نہ آنا خاص کافروں کو ۵۔ بلکہ اس کے فضل کا الٹا اثر لیتے ہیں کہ خود عذاب جلد چاہتے ہیں ۶۔ بہت سے کفار دل سے تو حضور کو سچا جانتے تھے' مگر زبان سے انکار کرتے تھے رب نے فرمایا ہم ان کی دونوں کیفیتوں کو جانتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ان کے دل میں آپ سے حسد ہے' منہ پر آپ کی توہین' ہم دونوں چیزیں جانتے ہیں دونوں پر سزا دیں گے ۷۔ خیال رہے کہ لوح محفوظ کو مبین اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تمام علوم غیبیہ ان لوگوں پر ظاہر کرتی ہے' جن کی وہاں نظر ہے' اگر لوح محفوظ کسی پر ظاہر نہ ہوتی تو اسے مبین نہ فرمایا جاتا' بلکہ یہ تحریر اسی لئے ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ وہ لوگ سب علوم حاصل کریں' جن کی اس کتاب پر نظر ہے' ورنہ رب تعالیٰ کو اس تحریر کی حاجت نہیں' وہ بھول وغیرہ سے پاک ہے۔ اس آیت کریمہ میں انبیاء و اولیاء کے علم غیب کا اعلیٰ ثبوت ہے بلکہ یہ عطاء الٰہی فرشتے بھی جانتے ہیں کیونکہ ان کی نظر لوح محفوظ پر ہے ۸۔ گزشتہ واقعات اور دینی احکام چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت' اصحاب کہف کا واقعہ' یوسف علیہ السلام کے واقعات میں اہل کتاب کا اختلاف تھا۔ قرآن کریم نے حق کا اظہار فرما کر جھگڑے کو ختم کر دیا' ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ لڑتے تھے' یہود ان کی طیبہ و طاہرہ ماں کو عیب لگاتے تھے' عیسائی انہیں خدا یا خدا کا بیٹا مانتے تھے قرآن کریم نے اصل حقیقت ظاہر فرما دی ۹۔ خیال رہے قرآن کی خاص ہدایت و رحمت مومنوں سے خاص ہے اور ہدایت عام' ہر مومن و کافر کے لئے ہے' جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم بھی ہیں' اور مومنوں کے لئے بھی خاص رحمت' رب فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور فرماتا ہے وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۱۰۔ یعنی تمہارا حق پر ہونا ایسا ظاہر ہے جیسے دوپہر کا سورج' اندھا ہی آپ کا انکار کرے گا۔ حق مبین کو مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ حضور کے عقائد' سارے اعمال سارے اقوال حق' وہاں تک باطل کی پہنچ نہیں' حضور حقانیت کی کان ہیں۔ سونے کی کان سے لوہا نہیں نکلتا۔ حضور سے باطل سرزد نہیں ہوتا۔

۱۔ یہاں مردوں سے مراد دل کے مردے ہیں' یعنی کفار' اور اندھوں سے مراد دل کے اندھے ہیں' ورنہ ان کا مقابلہ ایمان سے نہ کیا جاتا' مردوں کا سننا قرآنی آیات اور احادیث سے ثابت ہے' اس کی تفسیر وہ آیت ہے فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ اسی لئے قبرستان میں جاکر مردوں کو سلام کرنا سنت ہے حضور کو التحیات میں سلام کرنا واجب ہے حالانکہ جو سلام سنتا نہ ہو' یا سنتا تو ہو مگر جواب نہ دے سکتا ہو' اسے سلام کرنا منع ہے۔ ۲۔ دل کے اندھے' یا وہ آنکھوں کے اندھے جن کی آنکھیں بظاہر دیکھتی ہیں مگر تمہارے معجزات نہیں دیکھتیں' ورنہ حضور نے بہت نابینا لوگوں کو نور ایمان بخشا ۳۔ یعنی جو علم الٰہی میں مومن و مسلم ہیں

الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾

مردے ۱ اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ

اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں ۲ تمہارے سنائے تو وہی

اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَاِذَا وَقَعَ

سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ مسلمان ہیں ۳ اور جب بات

الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ

ان پر آپڑے گی ۴ ہم زمین سے ان کیلئے ایک چوپایہ نکالیں گے ۵ جو لوگوں سے

اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع وَيَوْمَ نَحْشُرُ

کلام کرے گا ۶ اس لئے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہ لاتے تھے اور جس دن اٹھائیں

مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ

گے ۷ ہر گروہ میں سے ایک فوج جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی ہے تو ان کے

يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِیْ

اگلے روکے جائیں گے کہ پچھلے ان سے آملیں یہاں تک کہ جب سب حاضر ہولیں گے ۸ فرمائے

وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

گا کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں حالانکہ تمہارا علم ان تک نہ پہنچتا تھا ۹ یا کیا کام کرتے تھے ۱۰

وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور بات پڑ چکی ان پر ان کے ظلم کے سبب تو وہ اب کچھ نہیں بولتے ۱۱

اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ

کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی کہ اس میں آرام کریں ۱۲ اور دن کو بنایا

مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

سوجھانے والا' بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے کہ ایمان رکھتے ہیں ۱۳

اور جن کی تقدیر میں' ایمان لانا لکھا ہے' لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں' اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام و ایمان میں فرق ہے کیونکہ ف کے آگے اور پیچھے مضمون میں فرق ہوتا ہے ۴۔ اس طرح کہ لوگ دینی تبلیغ کرنی اس لئے چھوڑ دیں گے کہ انہیں کفار کی اصلاح کی کوئی امید نہ رہے گی' یہ وقت قریب قیامت آئے گا اس وقت مومن بھی دنیا میں ہوں گے مگر کفار کا غلبہ ہو گا ۵۔ اس جانور کا نام جساسہ ہے یہ پیدا ہو چکا ہے۔ بعض صحابہ نے اسے دیکھا بھی تھا' وہاں جہاں دجال قید ہے' اسی لئے یہاں اخرجنا فرمایا گیا' یعنی ابھی وہ قید میں ہے' اس وقت اسے آزاد کر دیا جائے گا اس جانور کا نکلنا آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد ہو گا (روح البیان) اس کے پاس عصا موسوی اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہو گی' مومن کی پیشانی کو عصاء سے مس کرے گا جس سے نوری خط نمودار ہو گا' اور یہ اس کے ایمان پر خاتمہ کی علامت ہو گی' اور کافر کی پیشانی پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی مس کرے گا۔ جس سے ایک سیاہ داغ نمودار ہو گا۔ یہ اس کے کفر پر مرنے کی پہچان ہو گی ۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرب قیامت دابۃ الارض کا زمین سے نکلنا حق ہے اس کا ذکر حدیث شریف میں ہے وہ عجیب قسم کا جانور ہو گا۔ کوہ صفا سے نمودار ہو گا' اس سے مراد کوئی انسانی عالم نہیں جیسا کہ فی زمانہ چکڑالویوں نے سمجھا ورنہ اس کا لوگوں سے کلام کرنا عجیب نہ ہوتا ۷۔ یہاں امت سے مراد ہر نبی کی وہ جماعت ہے جن کی طرف وہ بھیجے گئے ۸۔ وہاں جہاں حساب و کتاب ہوتا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ محشر میں کفار کی بدکاریوں کا حساب علانیہ ہو گا۔ رسوائی کے لئے' انشاء اللہ مومنوں کے گناہوں کا حساب تنہائی میں اور نیکیوں کا حساب علانیہ ہو گا ۹۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے بغیر سمجھے بوجھے قیامت اور آیات الٰہی کا انکار کر دیا' اگر تم ادنیٰ تامل بھی کرتے تو ایمان لے آتے' لہٰذا یہ بے علمی وہ نہیں جس کی وجہ سے انسان معذور سمجھا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد غور و تامل نہ کرنا ہے ۱۰۔ یعنی تم نے یہ بھی غور نہ کیا کہ تم پیدا کس لئے کئے گئے اور کام کیا کر رہے ہو' ہر چیز کے بنانے کا کچھ مقصد ہوتا ہے تم نے اپنی پیدائش کے مقصد میں غور نہ کیا۔ ۱۱۔ معلوم ہوا کہ کفار پر قیامت میں وقت آئے گا جب بول نہ سکیں گے اور دوسرے وقت بولیں گے لہٰذا آیات میں تعارض نہیں ۱۲۔ اسی لئے رات کو تاریک رکھا' کیونکہ تاریکی یا کم روشنی سونے میں مدد دیتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ رات کو آرام کرنا بھی عبادت ہے اگر نیت خیر سے ہو' یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر حقدار کا حق ادا کرنا چاہیے' عبادت و ریاضت روح کا حق ہے' آرام نفس کا حق ہے' دونوں حق ادا کرنے کا حکم ہے' مگر جیسے دن میں کچھ آرام کیا جاتا ہے' ایسے ہی رات میں کچھ عبادت کرنی چاہیے۔ اگر نماز تہجد نصیب ہو جائے تو زہے قسمت ۱۳۔ مومن سمجھتے ہیں کہ جیسے سونے کے بعد جاگنا ہوتا ہے ایسے ہی مرنے کے بعد اٹھنا بھی ہو گا' اور جیسے رات کے بعد سویرا

(بقیہ صفحہ ۶۱۲) ہے ایسے ہی موت کے بعد زندگی ہے اور جیسے رات آرام کے لئے ہے' ایسے ہی دن کام کے لئے مگر کام رب کی رضا کے لئے اور جیسے دن رات عبث نہ بنے' ان میں حکمتیں ہیں ایسے ہی ہم اور ہمارے اعمال عبث نہ بنے' اس میں بھی کچھ حکمتیں ہونی چاہئیں' خیال رہے کہ بعض کی نیند جاگنے سے افضل ہے' ان کا مرنا جینے سے افضل' اور بعض کا جاگنا' سونے سے افضل' اور ان کا جینا مرنے سے بہتر ہے۔

ا۔ پہلی بار سب کو فنا کرنے کے لئے یا دوسری بار سب کو جلانے کے لئے ۲۔ اگر پہلا نفخہ مراد ہے تو گھبراہٹ سے مراد موت کی گھبراہٹ ہے' یعنی گھبرا کر مر جائیں گے

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

اور جس دن پھونکا جائے گا صور [1] تو گھبرائے جائیں گے [2] جتنے آسمانوں میں ہیں

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ

اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے خدا چاہے [3] اور سب اس کے حضور

دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ

حاضر ہوئے عاجزی کرتے [4] اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا وہ جمے ہوئے ہیں

تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال [5] یہ کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز

إِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ

بے شک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی جو نیکی لائے [6] اس کے لئے

خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ

اس سے بہتر صلہ ہے [7] اور ان کو اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہے [8] اور جو

جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۚ هَلْ

بدی لائے [9] تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں [10] تمہیں کیا

تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ

بدلہ ملے گا مگر اسی کا جو کرتے تھے [11] مجھے تو یہی حکم ہوا ہے

أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ

کہ پوجوں اس شہر کے رب کو [12] جس نے اسے حرمت والا کیا ہے [13]

كُلُّ شَيْءٍ ۫ وَّأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

اور سب کچھ اسی کا ہے اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں ہوں [14]

وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ

اور یہ کہ قرآن کی تلاوت کروں [15] تو جس نے راہ پائی اس نے اپنے بھلے کو

اور اگر دوسرا پھونکنا مراد ہے' تو گھبراہٹ سے مراد قیامت کی وحشت ہے جو کہ خاص مقبولوں کے سوا سب کو ہوگی۔ خیال رہے کہ پہلی پھونک سے سب مر جائیں گے' سوائے صور اور حضرت اسرافیل اور کچھ اور فرشتوں کے' کہ ان کی موت اس کے بعد حکم الٰہی سے ہوگی ایسے ہی زندہ ہونا' اولاً'' حضرت اسرافیل اور صور اور کچھ فرشتے حکم الٰہی سے اٹھیں گے' پھر باقی لوگ صور کی آواز سے' اسی لئے آگے ارشاد ہوا اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ لہٰذا دیانند سرسوتی کا یہ اعتراض غلط ہے کہ اگر سب صور سے فنا ہوں گے تو خود صور کس سے فنا ہوگا ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کو قیامت کی گھبراہٹ نہ ہوگی لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ شہداء بھی انہیں میں داخل ہیں۔ نیز فرماتا ہے۔ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۴۔ یعنی سب رب کے حضور حاضر ہوں گے مگر کوئی سزا پانے کو کوئی انعام لینے کو' کوئی بخشے جانے کو' کوئی گنہگاروں کو بخشوانے کو ۵۔ جیسے آج چاند' سورج ہم کو ٹھہرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ وہ بہت تیز دوڑ رہے ہیں' بڑے جسموں کی حرکت جلد محسوس نہیں ہوا کرتی ۶۔ یعنی جو مومن کوئی نیک عمل لائے یا جو کوئی ایمان لے کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہو' لہٰذا حسنہ سے مراد نیک اعمال ہیں' یا اچھے عقیدے' آیت کا مطلب یہ نہیں کہ کافروں کو بھی ان کے نیک اعمال کا ثواب ملے گا۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے' یہ عقیدہ قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ ۷۔ یعنی ہم نیک کاروں کو ان کے اعمال سے زیادہ عوض دیں گے' ہماری عطا اپنی شان کے لائق ہوگی نہ کہ بندے کے عمل کے لائق ۸۔ یعنی عذاب کی گھبراہٹ سے جو دوزخ کو دیکھ کر ہوگی' ورنہ قیامت کی ہیبت اور وحشت تو نیک کار مسلمانوں کو بھی ہوگی' سوا خاص الخاص بندوں کے' لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ دوزخ و جنت میں داخلے کا وقت بھی قیامت کے دن میں ہی شمار ہوگا' لہٰذا اس گھبراہٹ کے متعلق يَوْمَئِذٍ فرمانا بالکل درست ہے ۹۔ یعنی اس کا خاتمہ کفر پر ہو جیسا کہ اگلی آیت سے معلوم ہو رہا ہے کیونکہ اوندھے منہ دوزخ میں گرایا جانا صرف کافروں کے لئے ہوگا اگر کوئی گنہگار مسلمان سزا کے لئے دوزخ میں جائے گا تو اور طریقہ سے ۱۰۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوزخ میں کفار کی سزائیں مختلف ہوں گی کیونکہ دنیا میں ان کے اعمال مختلف تھے سخت کافر سخت عذاب میں' نرم کافر نرم عذاب میں' دوسرے یہ کہ کافروں کے بچے جو لڑکپن میں فوت ہو گئے تھے۔ وہ دوزخ میں عذاب نہ دیئے جائیں گے۔ کیونکہ دوزخ کا عذاب صرف اپنی بدکاریوں کی بنا پر ہوگا' جیسا کہ یہاں الا کے حصر سے معلوم ہو رہا ہے خیال رہے کہ دوسرے کو گمراہ کرنے کا عذاب بھی اپنے ہی عمل کی سزا ہے یعنی بہکانا ۱۱۔ چونکہ مکہ معظمہ حضور کی جائے پیدائش اور حج کی جگہ ہے اس لئے اس کی یہ عزت افزائی کی گئی' ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب ہے ۱۲۔ اس طرح کہ مکہ مکرمہ میں شکار کرنا' گھاس کاٹنا حرام ہے' یا وہ شہر عزت و

(بقیہ صفحہ ۶۱۳) حرمت والا ہے' ۱۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی کسی درجہ پر پہنچ کر نیک اعمال سے بے پروا نہیں ہو سکتا' جب حضور کو اطاعت و عبادت کا حکم ہے تو ہم تم کس شمار میں ہیں' خیال رہے کہ یہاں مسلم - بمعنی فرمانبردار ہے نہ کہ - بمعنی مومن' کیونکہ حضور تو عین ایمان ہیں' ہم لوگ مومن ہیں اور حضور مومن بہ' حضور ہی کے ماننے کا نام ایمان ہے' لہٰذا اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ہمارے بھائی ہیں' کیونکہ ہر مسلمان بھائی ہے ۱۴۔ تاکہ میرے قرآن پڑھنے سے تمہیں ہدایت ملے۔

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

راہ پائی ۱؎ اور جو بہکے تو فرما دو کہ میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں ۲؎

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ

اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو انہیں

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

پہچان لو گے ۳؎ اور اے محبوب تمہارا رب غافل نہیں اے لوگو تمہارے اعمال سے

اٰيَاتُهَا ۸۸ | ۲۸ سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۴۹ | رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورہ قصص مکی ہے اس میں ۹ رکوع ۸۸ آیتیں ۱۴۴۱ کلمے ۵۸۰۰ حروف ہیں ۴؎

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا

یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی ۵؎ ہم تم پر

عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ

پڑھیں موسیٰ اور فرعون کی سچی خبر ۶؎ ان لوگوں کے لئے جو ایمان

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ

رکھتے ہیں ۷؎ بے شک فرعون نے زمین میں غلبہ پایا تھا ۸؎ اور اس کے لوگوں

اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ

کو اپنا تابع بنایا ان میں ایک گروہ کو ۹؎ کمزور دیکھتا ان کے بیٹوں کو

اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

ذبح کرتا ۱۰؎ اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا ۱۱؎ بے شک وہ

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ

فسادی تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر

ا۔ جس کا ثواب اسے ضرور ملے گا' اگرچہ ہدایت دینے والے کو بھی ہدایت دینے کا ثواب ہو گا۔ لہٰذا یہ آیت ایصال ثواب سے منع نہیں فرماتی ۲۔ لہٰذا تمہاری گمراہی سے میرا کچھ نقصان نہیں' معلوم ہوا کہ حضور ہم سے بے نیاز ہیں ہم سب حضور کے نیاز مند ہیں ۳۔ ان نشانیوں سے مراد حضور کے وہ معجزات ہیں جو آئندہ ظاہر ہونے والے تھے۔ جیسے شق القمر' سورج کا واپس لوٹنا' کنکروں' پتھروں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ۔ یا وہ غیبی چیزیں جن کا ظہور ہونے والا تھا۔ جیسے بدر و حنین میں کفار کی شکست مسلمانوں کی فتح یا کفار پر قحط وغیرہ آفتوں کا آنا ۴۔ خیال رہے کہ اس سورت میں آیت اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ الخ ہجرت کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے راستہ میں' اتری اور اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ چار آیات مدینہ منورہ میں' لہٰذا یہ چار آیتیں مدنیہ ہیں ۵۔ یعنی قرآن کریم کی' خیال رہے کہ لوح محفوظ کو بھی کتاب مبین فرمایا جاتا ہے' اور قرآن کریم کو بھی' مگر فرق یہ ہے کہ لوح محفوظ اللہ کے خاص مقبول بندوں کے لئے مبین ہے' اور قرآن شریف ہر مومن کے لئے مبین ہے۔ یعنی روشن ہے ۶۔ چونکہ عرب میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصے بہت مشہور تھے حتیٰ کہ خاص و عام کے زبان زد تھے اور ان قصوں میں بنی اسرائیل نے بہت خلط ملط کر دیا تھا' اس لئے رب تعالیٰ نے یہ قصے قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف طریقوں سے بیان کئے' اس میں حضور کی نبوت کی دلیل بھی تھی کہ آپ بغیر پڑھے اور بغیر تاریخ دانوں کے پاس بیٹھے ایسے سچے قصے بیان کر رہے ہیں' واقعی سچے نبی ہیں جو وحی سے فرما رہے ہیں ۷۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور خود ان قصوں سے پہلے ہی خبردار ہیں۔ ان کا قرآن میں نازل فرمانا مومنوں کے خبردار کرنے کے لئے ہے' اس لئے لِقَوْمٍ الخ فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان قصوں سے فائدہ صرف مسلمان اٹھائیں گے' نہ کہ کفار' یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے تاریخی واقعات سننا۔ سنانا عبادت ہے کہ اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے ۸۔ عَلَا فِي الْاَرْضِ، قرآن میں اس غلبہ کو کہا جاتا ہے' جو نفس کے لئے ہو' اور اس کا نتیجہ ظلم و ستم ہو۔ یہی اس آیت میں مراد ہے۔ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ دین کے لئے غلبہ حاصل کرنا تو بڑی عبادت ہے' یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا تھا کہ مجھے خزائن کا انتظام سونپ دے' یہاں الارض سے مراد زمین مصر ہے ۹۔ یعنی مصر کے باشندوں میں سے ایک گروہ کو۔ کہ وہ بنی اسرائیل تھے۔ ۱۰۔ چنانچہ فرعون نے بنی اسرائیل کے اسی ۸۰ بلکہ نوے ہزار بچے بے قصور ذبح کر دیئے (روح) ۱۱۔ تاکہ یہ لڑکیاں بڑی ہو کر اس کی خدمت کریں۔ نیز اسے لڑکیوں سے خطرہ نہ تھا۔ کیونکہ کاہنوں نے اسے خبر یہ دی تھی کہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا اس کی سلطنت کا خاتمہ کرے گا۔ یہاں نساء سے مراد چھوٹی بچیاں ہیں۔ کیونکہ وہ آئندہ نساء بننے والی تھیں۔

اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

احسان فرمائیں ؎ اور ان کو پیشوا

الْوٰرِثِيْنَ ۝۵ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ

بنائیں ؎ اور انکے ملک و مال کا انہیں کو وارث بنائیں ؎ اور انہیں زمین میں قبضہ دیں ؎

فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اور فرعون اور ہامان اور انکے لشکروں کو وہی دکھا دیں جس کا انہیں

يَحْذَرُوْنَ ۝۶ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ

ان کی طرف سے خطرہ ہے ؎ اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا ؎ کہ اسے دودھ پلا ؎

فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ

پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو ؎ تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر

وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ

اور نہ غم کر ؎ بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول

الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ

بنائیں گے ؎ تو اسے اٹھا لیا فرعون کے گھر والوں نے ؎ کہ وہ ان کا

عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا

دشمن اور ان پر غم ہو بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر

كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ

خطا کار تھے ؎ اور فرعون کی بی بی نے کہا ؎ یہ بچہ میری

عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ؎ اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے ؎

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ

یا ہم اسے بیٹا بنا لیں ؎ اور وہ بے خبر تھے اور صبح کو

۱۔ معلوم ہوا کہ نبوت سلطنت اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے بڑے احسان ہیں ۲۔ دینی بھی دنیاوی بھی' اس طرح کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے ہدایت حاصل کریں' دوسرے لوگ بنی اسرائیل سے ۳۔ یہاں وارثت سے مراد شرعی میراث نہیں کیونکہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ نیز قبطیوں اور اسرائیلیوں میں نسبی رشتہ نہ تھا' بلکہ لغوی وراثت مراد ہے یعنی بعد موت اس کے ملک کا وارث ہونا ۴۔ ارض سے مراد زمین مصر ہے تو یہ وراثت کی تفسیر ہے' یا زمین سے مراد شام و مصر وغیرہ کی زمینیں ہیں۔ ۵۔ بنی اسرائیل کے ایک فرزند کے ہاتھوں اس کی سلطنت کا زوال' اور اس کی اپنی ہلاکت' معلوم ہوا کہ تدبیر سے تقدیر نہیں ٹلتی ۶۔ خواب یا فرشتہ کے ذریعہ' یا ان کے دل میں ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام میں بہت اختلاف ہے' قول قوی یہ ہے کہ ان کا نام یوحانذ ہے۔ آپ لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں (خزائن' روح)۔ ۷۔ چند دن تک خفیہ طور پر' موسیٰ علیہ السلام اتنے روز تک روئے بھی نہیں۔ اور سوا آپ کی بہن مریم کے آپ کی پیدائش کی کسی کو خبر بھی نہ ہوئی' حتیٰ کہ پڑوسی بھی بے خبر رہے (خزائن) ۸۔ یعنی چند روز کے بعد تمہارے پڑوسیوں کو خبر ہو جائے گی اور وہ فرعون کو مخبری کریں گے' تب تم یہ تدبیر کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اولیاء کاملین سے تھیں۔ اور اولیاء اللہ کو رب تعالیٰ کی طرف سے علم غیب ملتا ہے' چنانچہ حضرت یوحانذ نے موسیٰ علیہ السلام کو تین ماہ دودھ پلایا۔ پھر وہ واقعات درپیش آئے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ ۹۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوحانذ کو حسب ذیل باتیں بتا دی گئی تھیں' موسیٰ علیہ السلام ابھی وفات نہ پائیں گے موسیٰ علیہ السلام کو تم خود پرورش کرو گی' موسیٰ علیہ السلام رسول بنائے جائیں گے' یہ سب باتیں علوم غیبیہ میں سے ہیں' معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کو علوم غیبیہ عطا ہوتے ہیں ۱۰۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو آل کہا جاتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو حضرت آسیہ زوجہ فرعون نے اٹھایا تھا۔ جنہیں آل فرعون کہا گیا' لہٰذا آل محمد میں حضور کی ازواج داخل ہیں۔ خیال رہے کہ یوحانذ نے شام کو صندوق دریا میں ڈالا اور صبح کو فرعون کے ہاں پہنچا ۱۱۔ لیکون کا لام انجام کا ہے' جیسے کہا جاتا ہے' چور چوری کرتا ہے' جیل جانے کے لئے' چور کی نیت یہ نہیں ہوتی مگر انجام یہ ہوتا ہے ایسے ہی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو فرزند بنانے کے لئے اٹھایا تھا نہ کہ دشمن بنانے کے لئے مگر انجام یہ ہوا۔ خیال رہے کہ یہاں لھم میں حضرت آسیہ یعنی فرعون کی بیوی داخل نہیں' بلکہ فرعون اور اس کے متبعین مراد ہیں' ۱۲۔ موسیٰ علیہ السلام کو لاوارث بچہ سمجھنے میں' وہ ولی یا وارث والے تھے۔ یا وہ لوگ بڑے مجرم تھے ان کو سزا دینے والا اب خود ان کے گھر پہنچ گیا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ۱۳۔ معلوم ہوا خدمت پیغمبر سے ڈوبے ہوئے بیڑے تر جاتے ہیں حضرت آسیہ کو یہ عظمت اس لئے نصیب ہوئی' کہ انہوں نے کلیم اللہ کی جان بچائی اور ان کی خدمت کی' حضرت آسیہ لاولد تھیں' موسیٰ علیہ السلام کو ہر دیکھنے والا آپ پر عاشق ہو جاتا تھا ۱۴۔ یعنی اسے دیکھ کر مجھے محبت آ رہی ہے۔ اور تجھے بھی' فرعون کی بیوی کا نام شریف حضرت آسیہ بنت مزاحم بن عبید بن ریان بن ولید ہے یہ ریان بن ولید وہی ہے جو یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ مصر تھا (روح) ۱۵۔ روح البیان شریف میں ہے کہ حضرت آسیہ کے ایک لڑکی تھی برص والی۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کا لعاب اپنے برص پر لگایا اسے آرام ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس بچے سے ہم کو بہت برکتیں حاصل ہوں گی' واللہ اعلم۔ مگر مشہور یہ ہے کہ آپ بالکل لاولد تھیں' ممکن ہے یہ لڑکی

فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ

موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا [۱] ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول

لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۰

دیتی [۲] اگر ہم نہ ڈھارس بندھاتے [۳] اس کے دل پر کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے

وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ؗ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ

اور اس کی ماں نے اس کی بہن سے کہا [۴] اس کے پیچھے چلی جا تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی

وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝۱۱ وَ حَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ

اور ان کو خبر نہ تھی [۵] اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام

مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ

کر دی تھیں [۶] تو بولی کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ

یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲ فَرَدَدْنٰهُ

کو پال دیں [۷] اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں تو ہم نے اسے اس کی

اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ لِتَعْلَمَ

ماں کی طرف پھیرا [۸] کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور غم نہ کھائے اور جان لے

اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۱۳

کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے [۹] لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے [۱۰]

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤى اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ

اور جب اپنی جوانی کو پہنچا اور پورے زور پر آیا ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا [۱۱]

وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝۱۴ وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ

اور ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو [۱۲] اور اس شہر میں داخل ہوا [۱۳]

عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا

جس وقت شہر والے دوپہر کے خواب میں بے خبر تھے [۱۴] تو اس میں

(بقیہ صفحہ ۶۱۵) لے پالک ہو' دوسرے کی لے کر پال لی گئی ہو ۱۶۔ کیونکہ ہمارے بیٹا کوئی نہیں' اس لئے ہمارے گھر میں چراغ جلے گا۔

۱۔ جب انہوں نے سنا کہ میرا نور نظر فرعون کے ہاں پہنچ گیا' مگر یہ بے صبری فطری تھی' بے خبری کی نہ تھی' کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ فرزند میرے پاس پھر بخیریت تمام پہنچے گا' جیسا کہ اوپر گزرا ۲۔ اس طرح کہ جوش محبت میں ہائے میرا بچہ ان کے منہ سے نکل جاتا ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی لولا کا جواب خود لولا سے پہلے بھی آ جاتا ہے لہٰذا سورت یوسف کی یہ آیت وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ میں لولا شرط مؤخر ہے۔ اور ہم بہا جزاء مقدم اور معنی یہ ہیں کہ اگر یوسف علیہ السلام رب کی برہان نہ دیکھتے تو زلیخا کا قصد کر لیتے ۴۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام مریم بنت عمران ہے اور ان کے خاوند کا نام غالب بن یوشا ہے (روح) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام بھی مریم بنت عمران ہے مگر یہ عمران اور ہیں' وہ عمران دوسرے' ان دونوں عمرانوں میں قریباً دو ہزار برس کا فاصلہ ہے ۵۔ کہ یہ اس فرزند کی بہن ہے تحقیق حال کے لئے آئی ہے ۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کے معجزے کبھی بچپن شریف میں بھی ظاہر ہوتے ہیں' موسیٰ علیہ السلام کا اپنی ماں کے سوا کسی دائی کا دودھ نہ پینا آپ کا معجزہ ہوا' اسے ارہاص کہا جاتا ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام فرمانا ۷۔ یعنی تم سے اجرت لے کر اس کی پرورش کریں۔ جیسے دائیاں کیا کرتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے فرعون سے اجرت لے کر پرورش کیا تاکہ راز فاش نہ ہو ۸۔ اس طرح کہ حضرت مریم اپنی والدہ یوحانذ کو فرعون کے کہنے پر بلا لائیں' موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی گود میں آتے ہی دودھ قبول فرما لیا' اور چین سے سو گئے' اس سے پہلے فرعون آپ کو گود میں لئے ہوئے بہت بہلاتا تھا۔ مگر آپ دودھ کے لئے روتے تھے' اور بے قرار تھے جس سے فرعون کو بھی بے قراری تھی' فرعون نے حضرت یوحانذ سے پوچھا کہ تمہارا دودھ بچے نے کیوں قبول کر لیا تم اس کی کون ہو' تو آپ نے فرمایا کہ اس بچے کے مزاج میں بہت نفاست معلوم ہوتی ہے۔ میں پاک رہا کرتی ہوں' چنانچہ فرعون نے حضرت یوحانذ کی تنخواہ مقرر کی' کھانے پینے کا اپنی طرف سے انتظام کیا' اور آپ سے کہا کہ اس بچے کو اپنے گھر لے جاؤ' بہت اہتمام سے اس کی پرورش کرنا۔ سبحان اللہ (خزائن) ۹۔ یعنی مشاہدہ کر کے جان لے' ورنہ انہیں یقین تو پہلے بھی تھا' اب عین الیقین ہو گیا۔ ۱۰۔ اللہ کے وعدوں میں شک کرتے ہیں' امکان کذب کے قائل ہیں موسیٰ علیہ السلام دودھ چھوڑنے تک اپنی والدہ یوحانذ کے پاس رہے' اور فرعون روزانہ ایک اشرفی (آج کل پاکستانی روپیہ سے ڈیڑھ سو روپے) آپ کو دیتا تھا ۱۱۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو علم لدنی تھا۔ جو بلاواسطہ استاد آپ کو عطا ہوا جیسا کہ اٰتَیْنٰهُ فرمانے سے معلوم ہوا یہ علم عطاء نبوت سے پہلے دیا گیا۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں حکم و علم سے مراد نبوت نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو نبوت تو مدین سے مصر آتے ہوئے راستہ میں عطا ہوئی' یہ وہ علم و حکمت ہے جو نبوت سے پہلے عطا ہوا ۱۲۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام اول سے ہی صالح' نیک' متقی' پرہیزگار تھے' اس کے صلہ میں ہم نے انہیں یہ علم و حکمت بخشی اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ انبیاء کرام ظہور نبوت اور کتاب الٰہی ملنے سے پہلے ہی متقی' صالح' رب کے عابد ہوتے ہیں' ہمارے حضور پر جب قرآن کی پہلی آیت اتری تو اس وقت آپ غار حراء میں اعتکاف اور رب کی عبادت میں مشغول تھے' بتاؤ حضور کو یہ عبادت اور اعتکاف کس نے سکھایا' دوسرے یہ کہ نیک اعمال کی برکت سے

(بقیہ صفحہ ۶۱۶) اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم کامل ملتا ہے اور عالم کے عمل میں برکت ہوتی ہے' علماء کو چاہیے کہ اعمال صالحہ کیا کریں ۱۳۔ آپ فرعون کے قلعہ سے شہر مصر میں داخل ہوئے کیونکہ فرعون کا قلعہ شہر کے کنارہ یا شہر سے باہر تھا۔ یا آپ مصر سے شہر منصف یا شہر عین شمس میں تشریف لائے' منصف تو مصر کی حد میں واقع تھا اس کا نام اس زبان میں صافہ تھا' اور عین شمس مصر سے دو کوس کے فاصلہ پر تھا (روح و خزائن) ۱۴۔ یعنی دوپہر کے وقت جب عام طور پر راستے اور کوچہ و بازار خالی ہو جاتے ہیں لوگ آرام کرتے ہوتے ہیں۔

رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۙ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا
وہ مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا اسکے
مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى
دشمنوں سے لے تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے
الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ
مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں سے تھا تو موسیٰ نے اسکے گھونسا مارا ۲ تو اس کا کام تمام کر دیا ۳
قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ
کہا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ۴ بے شک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ
مُّبِيْنٌ ۝ ۱۵ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ
کرنے والا ۵ عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی ۶ تو مجھے بخش دے
فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ۱۶ قَالَ رَبِّ بِمَآ
تو رب نے اسے بخش دیا بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے ۷ عرض کی اے میرے رب جیسا
اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝ ۱۷
تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا ۸
فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي
تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے ۹ جبھی دیکھا کہ وہ جس نے
اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى
کل ان سے مدد چاہی تھی فریاد کر رہا ہے ۱۰ موسیٰ نے اس سے فرمایا
اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ۱۸ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ
بے شک تو کھلا گمراہ ہے ۱۱ تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے
بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ
جو ان دونوں کا دشمن ہے ۱۲ وہ بولا اے موسیٰ کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا

ا۔ یعنی بنی اسرائیل میں سے تھا۔ روح البیان نے فرمایا کہ یہ سامری تھا۔ بظاہر آپ کی قوم سے تھا مگر انجام کار آپ کی بارگاہ کا مردود ہوا بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب ہوا۔ یعنی قبطی قوم سے تھا یہ قبطی اس اسرائیلی پر ظلم کر رہا تھا اس قبطی کا نام فاتون تھا اور فرعون کا باورچی تھا۔ اس اسرائیلی سے یہ کہہ رہا تھا کہ بیگار میں لکڑیاں مطبخ تک پہنچا دے۔ اسرائیلی منع کرتا تھا۔ (روح) قرآن مجید میں شیعہ کافر گروہ یا کافر قوم کو کہا گیا ہے۔ یہ لفظ گیارہ جگہ قرآن میں آیا ہے۔ فرماتا ہے اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ نوح علیہ السلام کافر گروہ میں اللہ نے ابراہیم جیسے نبی کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اسی رکوع میں یہاں آگے آرہا ہے اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ۲۔ پہلے موسیٰ علیہ السلام نے فاتون قبطی کو سمجھایا کہ ظلم نہ کر۔ جب وہ نہ مانا تو اسے ایک گھونسہ رسید کیا۔ ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو روحانی طاقت کے ساتھ جسمانی طاقت بھی کامل عطا فرماتا ہے کہ قبطی آپ کے ایک گھونسہ کی تاب نہ لا سکا' بلکہ ان کی قوت فرشتوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ کے تھپڑ کی تاب حضرت عزرائیل نہ لا سکے۔ خیال رہے کہ کافر ظالم کو مار ڈالنا کوئی جرم نہیں۔ نیز آپ کا ارادہ اسے قتل کرنا نہ تھا ۴۔ یعنی قبطی کا اسرائیلی پر ظلم کرنا شیطانی کام تھا' نہ کہ اسے قتل کرنا' کیونکہ کافر ظالم کو سزا دینا اچھا ہے۔ نیز نبی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔ نبوت سے پہلے بھی اور بعد نبوت بھی (خزائن العرفان) ۵۔ یعنی شیطان قبطیوں کو گمراہ کر رہا ہے ۶۔ آپ کا یہ کلام انکسار اور تواضع کی بنا پر ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ الخ اس سے دوسروں کو تعلیم دینا مقصود ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ قبطی کو قتل کرنا ظلم ہے۔ کیونکہ حربی کافر کا قتل عبادت ہے ان لوگوں نے ہزارہا بنی اسرائیلی بچے قتل کر دیئے تھے۔ نیز اگر یہ قتل ظلم ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام پر قصاص یا دیت یا اس مقتول کے ولی سے معافی چاہنا لازم ہوتا۔ بلکہ آپ خود اپنے کو فرعون کے سامنے قصاص کے لئے پیش فرما دیتے۔ صرف توبہ کے الفاظ منہ سے ادا کرنے پر معافی نہ ہوتی کیونکہ یہ حق العبد تھا ۷۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ گناہ یعنی قتل قبطی معاف فرما دیا ہے۔ یہ قتل گناہ تھا ہی نہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا نیز جرم قتل بغیر قصاص یا دیت یا معافی مانگے نہیں بخشا جاتا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ انہیں مغفور و معصوم بنایا جیسے رب فرماتا ہے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ الخ انبیاء کرام کی مغفرت کے معنی ہیں ان کا بے گناہ ہونا ۸۔ یعنی مجھے فرعون کے ہاں رہنے سے بچائے کہ ان کے پاس بیٹھنا بھی گویا ان کی ایک قسم کی مدد ہے جیسے آج اگر عالم کسی ظالم کے پاس بیٹھے تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ظالم اس عالم کا صحبت یافتہ ہے جو کر رہا ہے ٹھیک ہو گا ۹۔ معلوم ہوا کہ موذی کی ایذا سے ڈرنا نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ آپ سانپ سے ڈرے تھے۔ ہیبت کا خوف نبی کے دل

(بقیہ صفحہ ۶۱۷) میں کسی مخلوق کا نہیں ہوتا۔ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۱۰۔ اس طرح کہ آج پھر وہی اسرائیلی دوسرے قبطی سے لڑ رہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے بلا رہا ہے ۱۱۔ اے اسرائیلی' کیونکہ تو روز کسی نہ کسی سے لڑتا ہے ۱۲۔ یعنی آپ نے چاہا کہ قبطی کو پکڑ کر اسرائیلی سے علیحدہ کر دیں تو اسرائیلی سمجھا کہ آج آپ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں تو وہ چیخا اور بولا۔ خیال رہے کہ اس قبطی کو دونوں کا دشمن فرمایا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کا اور اس لڑنے والے کا۔ کیونکہ کافر ہر مومن کا دشمن ہوتا ہے۔

تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ

چاہتے ہو۔ جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ

اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ

زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح کرنا نہیں

مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ

چاہتے ۱؎ اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا

یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ

آیا ۲؎ کہا اے موسیٰ بے شک دربار والے آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں

فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا

تو نکل جائیے ۳؎ میں آپ کا خیر خواہ ہوں تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا ۴؎

یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ ع

اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستمگاروں سے بچا لے ۵؎

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ

اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوا ۶؎ کہا قریب ہے کہ میرا رب

یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْیَنَ

مجھے سیدھی راہ بتائے ۷؎ اور جب مدین کے پانی پر آیا ۸؎

وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ

وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس

دُوْنِهِمُ امْرَاَتَیْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا

طرف دو عورتیں دیکھیں ۹؎ کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں ۱۰؎ موسیٰ نے فرمایا تم دونوں کا کیا حال ہے

لَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوْنَا شَیْخٌ كَبِیْرٌ ﴿۲۳﴾

وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں ۱۱؎ اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں

۱۔ یعنی اے موسیٰ! تم زبان سے صلح نہیں کراتے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہو تم نے ایک قبطی کو کل مار ڈالا' آج مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ یہ بات اس قبطی نے سن لی اور جا کر فرعون کو مخبری کر دی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دے دیا اور فرعونی پولیس آپ کی تلاش میں آ گئی ۲۔ اس شخص کا نام خربیل تھا۔ یہ ہی قبطیوں میں سے موسیٰ علیہ السلام پر خفیہ طور پر ایمان لا چکا تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں بہت جگہ عزت کے ساتھ ہوا ہے۔ چونکہ فرعون کا قلعہ شہر کے کنارے پر تھا اور یہ شخص وہاں سے آیا تھا اس لئے یہاں اقصٰی فرمایا گیا یا یہ مطلب ہے کہ فرعونی پولیس تو سیدھی سڑک سے آنے لگی اور یہ اللہ کا بندہ گلی در گلی آپ کے پاس آیا تا کہ پولیس سے پہلے آپ تک پہنچ جائے ۳۔ یعنی فرعون کے درباری آپ کی گرفتاری اور قصاص کی تدبیریں سوچ رہے ہیں۔ آپ فوراً مصر شہر یا فرعون کی سلطنت کی حدود سے نکل جاویں ۴۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خطرناک جگہ سے نکل جانا اور جان بچانے کی تدبیر کرنا سنت انبیاء ہے دوسرے یہ کہ اسباب پر عمل اور تدبیر توکل کے خلاف نہیں تیسرے یہ کہ موذی کی ایذا کا خوف شان نبوت کے خلاف نہیں۔ ہاں اطاعت والا خوف' انبیاء' اولیاء کو کبھی کسی سے نہیں ہوتا بجز پروردگار' لہٰذا یہ آیت لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ کے خلاف نہیں۔ چوتھے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام اس قبطی کے قتل میں حق بجانب تھے ورنہ آپ خود اپنے کو قصاص کے لئے پیش فرما دیتے۔ خیال رہے کہ انبیاء کرام نبوت سے پہلے بھی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور قاتل کا قصاص سے بھاگنا گناہ ہے۔ ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرعونی لوگ اس ارادہ قتل میں ظالم تھے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام پر شرعاً" قصاص واجب نہ تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی مصیبت بندے کو اچھی طرف لے جاتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بظاہر فرعون سے بھاگ رہے تھے مگر درحقیقت رب کی طرف بھاگ رہے تھے۔ کہ آپ کا یہ سفر بہت ظفر و فتح کا پیش خیمہ ہوا۔ حضرت شعیب کی صحبت اور نیک بی بی اور نبوت کا عطا سب اسی سفر میں آپ کو مرحمت ہوا۔ ۶۔ محض حق تعالٰی کی رہبری سے' کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نہ مدین سے خبردار تھے نہ اس کے راستے سے۔ خیال رہے کہ مدین وہی جگہ ہے جہاں حضرت شعیب نبی کا قیام تھا۔ یہ مصر سے آٹھ دن کے فاصلہ پر ہے چونکہ اسے مدین بن ابراہیم علیہ السلام نے آباد کیا تھا اسی لئے مدین کہلاتا تھا۔ یہ جگہ فرعون کی قلمرو سے باہر تھی آپ بے توشہ اور بے رہبر بے یار و مددگار درختوں کے پتے کھاتے چلے جا رہے تھے خبر نہ تھی کہ کہاں جا رہے ہیں ۷۔ معلوم ہوا کہ آپ کا منہ تو مدین کی طرف تھا مگر دل خالق مدین کی طرف ۸۔ وہ کنواں جو شہر سے باہر تھا۔ لوگ وقت مقررہ پر اس سے پانی لیتے پھر وزنی پتھر سے اس کا منہ ڈھک کر چلے جاتے تھے' تا کہ کوئی کھول نہ سکے ۹۔ یعنی مردوں سے دور اس طرف جدھر کچھ فاصلہ پر موسیٰ علیہ

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ

۲۲ تو موسیٰ نے ان دونوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا ۲۳ پھر سایہ کی طرف پھرا عرض کی اے میرے رب میں

اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا

اس کھانے کا جو تو میرے لئے اتارے محتاج ہوں ۲۴ تو ان دونوں میں سے ایک اسکے

تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ٘ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ

پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی ۲۵ بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری

لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ

دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے ۲۶ جب موسیٰ اس کے پاس آیا

عَلَیْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٙ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ

اور اسے باتیں کہہ سنائیں ۲۷ اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ

ظالموں سے ۲۸ ان میں کی ایک بولی ۲۹ اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو ۳۰

خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّیْۤ

بے شک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانتدار ہو ۳۱ کہا میں

اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ

چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ

تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ

تم آٹھ برس میری ملازمت کرو ۳۲ پھر اگر پورے دس برس کر لو تو تمہاری

عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ

طرف سے ہے ۳۳ اور میں تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا ۳۴ قریب ہے

شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَ

انشاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے ۳۵ موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان

(بقیہ صفحہ ۶۱۸) السلام تھے ۱۰۔ ان کی شریعت میں پردہ فرض نہ تھا۔ جیسے شروع اسلام میں ہمارے ہاں بھی فرض نہ تھا۔ یا ضرورت کی وجہ سے وہ صاجزادیاں باپردہ کنوئیں سے پانی بھرنے آتی تھیں۔ اس سے پتہ لگا کہ اگر عورت ضرورۃً باہر جاوے تو مردوں سے علیحدہ رہے۔ بھیڑ میں داخل نہ ہو۔ ان میں سے ایک کا نام صفورہ' دوسری کا نام لیا تھا۔ حضرت شعیب کی لڑکیاں تھیں۔ ۱۱۔ کیونکہ یہ لوگ بہت شہ زور ہیں۔ جب یہ چلے جائیں گے تب ہماری باری ہو گی اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اجنبی مرد اجنبی عورتوں سے بقدر ضرورت کلام کر سکتا ہے۔ نیز پیغمبر' ارادہ بد سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں اور نبی کی صاجزادیاں بھی ۱۲۔ لہٰذا وہ

وہ خود اندر باہر کا کام کاج اپنے دست مبارک سے نہیں کر سکتے اور ہمارے کوئی بھائی بھی نہیں جو یہ کام انجام دے اس لئے خود ہمیں یہ کام انجام دینا پڑتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت مجبوری کی حالت میں کمائی کرنے یا کام کاج کرنے کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ (کتب فقہ)

۱۔ اس طرح کہ قریب میں جو دوسرا کنواں تھا' جو وزنی پتھر سے ڈھکا ہوا تھا جس سے قوم کل پانی بھرتی' آپ نے اکیلے اس پتھر کو سرکا کر پانی پلا دیا۔ ان کنوؤں میں دو دن میں پانی جمع ہوتا تھا جسے شہر والے پیتے پلاتے تھے۔ ۲۔ کیونکہ آپ نے ایک ہفتہ سے کچھ نہ کھایا تھا' شکم شریف پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ اور ادھر یہ واقعہ ہوا کہ شعیب علیہ السلام نے صاجزادیوں سے آج جلد واپس آ جانے کا سبب پوچھا تو انہوں نے سارا ماجرا عرض کیا۔ انہوں نے ایک صاجزادی سے فرمایا کہ جاؤ' انہیں بلا لاؤ۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت لڑکی اجنبی کو بلا سکتی ہے۔ مگر شرم و حیاء کے ساتھ' شعیب علیہ السلام کے کوئی فرزند نہ تھا جو باہر کے کام کرتا اس لئے صاجزادیوں کو ان کاموں کی تکلیف دی جاتی تھی ۴۔ موسیٰ علیہ السلام اجرت لینے پر آمادہ نہ تھے اور نہ انہوں نے کچھ طے کیا تھا۔ لیکن حضرت شعیب کا شوق ملاقات اور کسی مونس و غم خوار کے پاس پہنچ جانے کی خواہش آپ کو ادھر جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ آپ چل دیئے۔ حضرت صفورا آگے تھیں' آپ پیچھے۔ ہوا سے کپڑا ساق پر سے ہٹ جانے کا خطرہ تھا۔ اس لئے فرمایا کہ تم میرے پیچھے چلو' اور زبان سے راستہ بتاؤ۔ اس طرح آپ شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے' کھانا تیار تھا فرمایا کھا لو۔ آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان کی تواضع ہمارے خاندان کی سنت ہے۔ آپ نے قبول فرمایا۔ ۵۔ قبطی کا قتل اور فرعون کا ارادہ قصاص' اور آپ کا وہاں سے آ جانا ۶۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرعون اس ارادہ قصاص' میں ظالم تھا۔ آپ پر قصاص واجب نہ تھا۔ یہ جگہ فرعون کی حکومت سے خارج تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد یعنی ایک آدمی کی خبر معتبر ہے کیونکہ ایک ہی صاجزادی نے فرمایا تھا کہ تمہیں ہمارے والد بلا رہے ہیں جو آپ نے قبول فرمائی۔ دوسرے یہ کہ بوقت ضرورت متقی آدمی کو اجنبیہ کے ساتھ احتیاط اور تقویٰ کے ساتھ چلنا جائز ہے ۷۔ بڑی صاجزادی حضرت صفورا جو بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجیت سے مشرف ہوئیں ۸۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب کی صاجزادیوں کا یہ انتخاب اور حضرت آسیہ کا موسیٰ علیہ السلام کو فرزند بنانے کا انتخاب' صدیق اکبر کا فاروق اعظم کو خلافت کے لئے انتخاب بہت مبارک ثابت ہوئے ۹۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بی بی صفورا سے پوچھا کہ تمہیں ان کی قوت و امانت کیسے معلوم ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ وزنی پتھر جسے دس آدمی بھی نہ اٹھا سکیں' انہوں نے اکیلے اٹھا لیا۔ یہ تو ان کی قوت ہے اور ہم کو دیکھ کر سر نیچا جھکا لیا اور راستے میں ہم کو آگے چلنے کی اجازت نہ دی' یہ ان کی امانت و

(بقیہ صفحہ ۶۱۹) دیانت ہے۔ یہ سن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے ۱۰۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیغام نکاح لڑکے کی طرف سے ہو لیکن یہ بھی جائز ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ہو۔ دوسرے یہ کہ منگنی مروجہ کی یہ آیت اصل ہے کیونکہ منگنی میں وعدہ نکاح ہوتا ہے نہ کہ نکاح۔ تیسرے یہ کہ نکاح میں لڑکے لڑکی کا تقرر ضروری ہے مگر منگنی میں تعیین لازم نہیں۔ چوتھے یہ کہ لڑکی کے لئے دیندار لڑکے کی تلاش کریں۔ مالدار کی زیادہ طلب نہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام مسافر تھے' مالدار نہ تھے۔ مگر دین ملاحظہ فرما کر حضرت شعیب نے لڑکی سے نکاح کر دیا۔ پانچویں یہ کہ نکاح بالشرط جائز ہے کیونکہ یہ آٹھ سال کی ملازمت مہر

بَیۡنَكَ ؕ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَا عُدۡوَانَ عَلَیَّ ؕ

اقرار ہو چکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں ۱

وَ اللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ﴿۲۸﴾٪ فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی

اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے ۲ پھر جب موسیٰ نے اپنی

الۡاَجَلَ وَ سَارَ بِاَہۡلِہٖۤ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ

میعاد پوری کر دی اور اپنی بی بی کو لے کر چلا ۳ طور کی طرف ایک

نَارًا ۚ قَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ

آگ دیکھی ۴ اپنی گھر والی سے کہا تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف ایک آگ نظر پڑی ہے ۵

اٰتِیۡکُمۡ مِّنۡہَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَۃٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّکُمۡ

شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں ۶ یا تمہارے لئے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں

تَصۡطَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىہَا نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیَٴ الۡوَادِ

کہ تم تاپو ۷ پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ۸ ندا کی گئی میدان کے داہنے

الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَۃِ الۡمُبٰرَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اَنۡ

کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے ۹ کہ اے

یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۙ۳۰﴾ وَ اَنۡ اَلۡقِ

موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا ۱۰ اور یہ کہ ڈال دے

عَصَاکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہَا تَہۡتَزُّ کَاَنَّہَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا

اپنا عصا پھر جب موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا گویا سانپ ہے ۱۱ پیٹھ پھیر کر چلا

وَّ لَمۡ یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰۤی اَقۡبِلۡ وَ لَا تَخَفۡ ۟ اِنَّکَ مِنَ

اور مڑ کر نہ دیکھا ۱۲ اے موسیٰ سامنے آ اور ڈر نہیں بے شک تجھے

الۡاٰمِنِیۡنَ ﴿۳۱﴾ اُسۡلُکۡ یَدَکَ فِیۡ جَیۡبِکَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ

امان ہے ۱۳ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال نکلے گا سفید چمکتا

نہ تھی بلکہ نکاح کی شرط تھی۔ اس لئے فرمایا۔ تَاْجُرَنِیْ میری ملازمت کرو۔ مہر عورت کا ہوتا ہے نہ کہ عورت کے والد کی ملک' مہر صرف مال ہو سکتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ اور فرماتا ہے وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً خود عورتوں کو ان کا مہر دو۔ ۱۱۔ یعنی تمہاری مہربانی ہو گی میری طرف سے یہ شرط نہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ بظاہر موسیٰ علیہ السلام سے بکریاں چرواتا تھا' مگر درحقیقت ان کو اپنی صحبت پاک میں رکھ کر کلیم اللہ بننے کی صلاحیت پیدا کرتا تھا ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔ اگر کوئی شعیب آئے میسر ☆ شبانی سے کلیمی دو قدم ہے۔ لہٰذا یہ آیت صوفیاء کرام کے چلوں اور شیخ کے گھر رہ کر ان کی خدمت کرنے کی بڑی قوی دلیل ہے ۱۲۔ تاکہ تم پر دس سال واجب کر دوں (علماء کا قول) تمہیں اپنے گھر رکھ کر تم پر بوجھ ڈالنا مقصود نہیں بلکہ تمہیں کچھ بنانا ہے۔ یہ بکریوں کا بہانہ ہے (صوفیاء کا قول) ۱۳۔ لہٰذا جو تم سے عہد کرتا ہوں پورا کروں گا (علماء) یا لہٰذا تم میرے پاس رہ کر صالح یعنی کلیم اللہ بن جانے کے لائق ہو جاؤ گے۔ صالح کی صحبت صالح کر دیتی ہے۔ سہ

چراغ زندہ می خواہی درشب زندہ داراں زن
کہ بیداری بخت از بخت بیداراں شود پیدا

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمت کے اظہار کے لئے اپنے فضائل بیان کرنا جائز ہے۔ نیز اپنے مقاصد میں اپنے پر بھروسہ نہ کرے۔ رب پر نظر رکھے۔ اسی لئے آپ نے انشاء اللہ فرمایا۔

۱۔ یعنی میں آٹھ سال کے لئے تو حسب وعدہ پابند ہوں مگر بقیہ دو سال کا پابند نہیں وہ میری خوشی پر ہیں ۲۔ لہٰذا ہم میں سے کوئی بھی اپنے عہد و پیمان سے نہ ہٹے گا۔ کیونکہ ہم نے رب کی ضمانت دی ہے پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ سے فرمایا کہ حجرے میں جا کر دیکھو' وہاں بہت سی لاٹھیاں رکھی ہیں۔ ایک لاٹھی تم لے لو۔ بکریاں چرانے کے لئے آپ کے ہاتھ میں وہ عصا آیا جو آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور شعیب علیہ السلام تک پہنچا تھا (روح و خزائن) پھر اس قریب وقت میں شعیب علیہ السلام نے آپ کا نکاح اپنی بڑی صاجزادی صفورا سے کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام نے دس سال کی میعاد پوری فرمائی اور آپ کو اپنی والدہ' بھائی' بہن سے ملنے کا شوق ہوا خیال تھا کہ اب فرعونی وہ قتل قبطی کا واقعہ بھول چکے ہوں گے ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو اہل کہا جاتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس وقت صرف ان کی بیوی صفورا تھیں۔ لہٰذا آل محمد میں حضور کی ازواج داخل ہیں ۴۔ آپ راستہ میں تھے کہ ایک رات اندھیری' سخت سردی تھی۔ آپ راستہ بھول گئے بیوی صاحبہ کو درد شکم تھا کہ اچانک آپ کو دور سے آگ دکھائی دی۔ یہ جنگل وادی طویٰ تھا اور یہ آگ طور پہاڑ کی طرف سے نظر آ رہی تھی ۵۔ آپ زوجہ پاک کو ہمراہ نہ لے گئے کہ وہ اس وقت چلنے کے قابل نہ تھیں۔ سبحان اللہ رب کا منشاء یہ تھا کہ کلیم اللہ کو اکیلے بلا کر تنہائی

مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ

بے عیب ہ اور اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ لے خوف دور کرنے کو ۲

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ

تو یہ دو حجتیں ہیں تیرے رب کی ۳ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ

بے شک وہ بے حکم لوگ ہیں ۴ عرض کی اے میرے رب

قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَ

میں نے ان میں ایک جان مار ڈالی ہے تو ڈرتا ہوں کہ مجھے قتل کر دیں ۵ اور

اَخِىْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّىْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِىَ

میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے ۶ تو اسے میری مدد کیلئے

رِدْاً يُّصَدِّقُنِىْٓ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ

رسول بنا کہ میری تصدیق کرے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے ۷ فرمایا

سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا

قریب ہے کہ ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوت دیں گے ۸ اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں

فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

گے ۹ تو وہ تم دونوں کو کچھ نقصان نہ کر سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب ۱۰ تم دونوں اور جو تمہاری

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ

پیروی کریں گے غالب آؤ گے ۱۱ پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں

قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

لایا بولے یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو ۱۲ اور ہم نے اپنے اگلے

فِىْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّىْٓ اَعْلَمُ

باپ دادوں میں ایسا نہ سنا ۱۳ اور موسیٰ نے فرمایا

(بقیہ صفحہ ۶۲۰) میں خاص کلام کیا جائے ۶۔ راستہ کی یا کسی قریب کی بستی کی' کیونکہ آگ کے پاس کوئی آدمی بھی ہو گا۔ اور اگر صرف آگ ہوئی' کوئی آدمی وہاں نہ ہوا تو ۷۔ معلوم ہوا کہ جنگل کی آگ بغیر پوچھے ہوئے بھی لے سکتے ہیں کیونکہ آگ معمولی چیز ہے اس سے کوئی منع نہیں کرتا ۸۔ تو وہ بجائے نار کے نور دیکھا جو عناب کے درخت سے نمودار تھا۔ درخت بالکل صحیح سالم تھا نہ جلا نہ دھواں نکلا ۹۔ یہ درخت عناب کا تھا یا بیری یا ببول یا زیتون یا درخت عوسج جو بڑا ہو کر عرقد کہلاتا ہے۔ اسے شجر یہود بھی کہتے ہیں۔ جس کی یہودی بہت تعظیم کرتے ہیں (روح) ۱۰۔ یہ درخت نہ بول رہا تھا۔ بلکہ رب فرما رہا تھا۔ درخت اس کلام کا مظہر تھا اسی طرح جن اولیاء نے انا اللہ کہا وہ خود نہ کہہ رہے تھے۔ کہنے والا رب تھا یہ اس کلام کے مظہر تھے۔ مولانا فرماتے ہیں

؎ چوں روا باشد انا اللہ از درخت ☆ کے روانہ بود کہ گوید نیک بخت (مثنوی شریف) ۱۱۔ رب تعالیٰ کا یہ کلام بلاواسطہ فرشتہ تھا اس لئے آپ کا لقب کلیم اللہ ہے۔ یعنی بغیر واسطہ رب سے ہمکلام ہونے والے رسول۔ اگرچہ معراج میں رب نے ہمارے حضور سے کلام بھی فرمایا۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی اور آپ کو اپنا دیدار بھی کرایا۔ ما کذب الفؤاد ما رای مگر چونکہ یہ کلام و دیدار دوسرے عالم میں تھا اس لئے آپ کا لقب کلیم اللہ نہیں ۱۲۔ یعنی جسامت میں تو اژدہا کی طرح موٹا' مگر رفتار میں اور لہرانے میں باریک سانپ کی طرح' اسی لئے گویا سانپ فرمایا گیا ورنہ عصا سانپ ہی بن گیا تھا۔ نظر بندی نہ تھی۔ لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۱۳۔ سانپ سے ڈر کر یہ ڈرنا ایذا کا تھا اور طبعی طور پر تھا لہٰذا یہ آیت لا خوف علیہم کے خلاف نہیں۔ ۱۴۔ یہاں بھی اور فرعون کے ہاں بھی۔ وفات کے وقت بھی حشر میں بھی۔ غرضیکہ دین و دنیا میں ہر جگہ کیونکہ یہ جملہ اسمیہ دوامیہ ہے۔

ا۔ یعنی ہاتھ کی یہ سفیدی برص وغیرہ بیماری کی وجہ سے نہ ہو گی بلکہ بطور معجزہ ظاہر ہو گی۔ خیال رہے کہ آپ کا ہاتھ صرف سفید نہ ہوتا تھا بلکہ سورج کی طرح چمکتا دمکتا تھا۔ اسی لئے ابیض نہ فرمایا۔ بیضاء فرمایا۔ نیز یہ معجزہ دائیں ہاتھ میں تھا۔ دونوں ہاتھوں میں نہ تھا۔ اسی لئے ید کہ واحد فرمایا۔ ۲۔ یعنی آئندہ جب کبھی آپ کو خوف طاری ہوا کرے تو اپنا ہاتھ سینے پر رکھ لینا۔ یہ عمل اب بھی مجرب ہے۔ یا اس وقت سانپ کا خوف رفع کرنے کو سینے پر ہاتھ رکھ لیجئے۔ یا آپ اس چمکتے ہوئے ہاتھ کو سینہ پر رکھ لیں تا کہ ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آ جائے۔ اور جو خوف آپ کے دل پر ہاتھ کی روشنی سے پیدا ہوا ہے وہ دور ہو جاوے۔ مگر پہلی تفسیر زیادہ قوی ہے۔ ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ فی الحال تو صرف یہ دو معجزے عطا ہوئے' بعد کو سات معجزے اور دیئے گئے یعنی فرعون پر خون' جوئیں' مینڈک وغیرہ کا عذاب آنا۔ لہٰذا اس آیت میں اور نو معجزے والی آیت میں تعارض نہیں۔ ۴۔ موسیٰ علیہ السلام اگرچہ فرعونی اور بنی اسرائیلی سب کے ہی نبی تھے۔ مگر بنی اسرائیل فرعون کے قبضے میں تھے کہ اس کے سنبھل جانے سے وہ بھی سنبھل جاتے۔ اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر ہوا۔ نیز اگلا مضمون بھی فرعونیوں پر ہی چسپاں ہے یعنی ظالم و فاسق ہونا۔ ۵۔ خیال رہے کہ نبی اور ولی کو ماسوا اللہ کا خوف اطاعت نہیں ہوتا۔ مگر خوف ضرر جس سے نفرت پیدا ہو' وہ ہو سکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے یہ خوف' نقصان کا خوف تھا نہ کہ اس کی اطاعت کا موجب' لہٰذا آیات میں تعارض نہیں ۶۔ حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان شریف میں لکنت تھی کیونکہ آپ نے بچپن میں فرعون کے ہاں انگارہ منہ میں رکھ لیا تھا ۷۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ

(بقیہ صفحہ ۶۲۱) اللہ کے بندوں کی مدد لینا سنت انبیاء ہے' شرک نہیں دوسرے یہ کہ بزرگوں کی دعا سے وہ نعمت مل سکتی ہے جو کسی اور سے نہیں مل سکتی۔ دیکھو حضرت ہارون کی نبوت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہے نبوت کسی نیک عمل سے نہیں مل سکتی۔ تیسرے یہ کہ خدا کے کاموں میں بندوں کی مدد لینا جائز ہے رب فرماتا ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى چوتھے یہ کہ بزرگوں کی دعا سے بعض کو نبوت عطا ہوئی۔ لہٰذا اب بھی دعا سے ولایت، علم' اولاد' سلطنت مل سکتی ہے۔ نیز اس سے ہمارے نبی کی شان ظاہر ہوئی' کہ حضور سارے عالم کے پیغمبر ہیں مگر نہ کوئی بھائی ہے نہ کسی اور قوت کی مدد کا آسرا ہے۔ ۸۔ اور مجھے ان سے مناظرہ کرنا پڑے گا تو میری زبان یاری نہ کرے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ طاقت لسانی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اگر تقویٰ کے ساتھ ہو۔ بغیر تقویٰ عذاب ہے' اس کی حدیث شریف میں برائی آئی ہے۔ ۹۔ معلوم ہوا کہ اپنی اولاد اور عزیزوں کے لئے نبوت و خلافت وغیرہ کی کوشش یا دعا کرنی ممنوع نہیں۔ لہٰذا جو بزرگ اپنی اولاد کو اپنا جانشین کرتے ہیں وہ گنہگار نہیں جیسے امیر معاویہ اور عام مشائخ و سلاطین ۱۰۔ کفار کے دل میں ہیبت' مومنوں کے دل میں محبت یا نبوت کے ساتھ سلطنت و خلافت ۱۱۔ یعنی اس عصا اور ید بیضاء کی وجہ سے وہ تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ معلوم ہوا کہ اسباب کو ساتھ رکھنا توکل کے خلاف نہیں ۱۲۔ اس طرح کہ تم فرعون پر' تمہاری قوم بنی اسرائیل' فرعونیوں پر غالب آئے گی۔ ۱۳۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ آپ کہیں جادو سیکھنے گئے تھے۔ دس سال میں جادو سیکھ کر آئے ہیں اب ملک مصر پر حکومت چاہتے ہیں۔ اس کے لئے نبوت کو بہانہ بنایا ہے۔ ۱۴۔ کہ میرے سوا الہ کوئی اور بھی ہے یا نبوت بھی کوئی چیز ہے۔

بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ

میرا رب خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لایا ۱ اور جس کے لئے آخرت

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ

کا گھر ہوگا بے شک ظالم مراد کو نہیں پہنچتے ۲ اور

قَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ

فرعون بولا اے درباریو میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی

اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ

خدا نہیں جانتا تو اے ہامان میرے لئے گارا پکا کر

فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ

ایک محل بنا ۳ کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں ۴

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ

اور بے شک میرے گمان میں تو وہ جھوٹا ہے ۵ اور اس نے اور

وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ

اس کے لشکریوں نے زمین میں بے جا بڑائی چاہی ۶ اور سمجھے کہ انہیں

اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ

ہماری طرف پھرنا نہیں ۷ تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں

فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

پھینک دیا ۸ تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستمگاروں کا ۹

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ

اور انہیں ہم نے دوزخیوں کا پیشوا بنایا کہ آگ کی طرف بلاتے ہیں ۱۰ اور قیامت

الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ

کے دن ان کی مدد نہ ہوگی اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے

۱۔ یعنی ظالم کا انجام ہمیشہ خراب ہوتا ہے۔ تو ظالم ہے اگر تو نے آج میری بات نہ مانی تو آئندہ زمانہ تجھے منوا لے گا۔ مبارک ہے وہ جو بزرگوں کے کہنے سے درست ہو جائے۔ منحوس ہے وہ جسے زمانہ درست کرے ۲۔ یعنی رب گواہ ہے کہ میں ہدایت پر ہوں اور تو ظالم۔ تیرا انجام خراب ہے اسے صاف نہ فرمایا ۳۔ معلوم ہوا کہ پختہ اینٹ فرعون نے ایجاد کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کی ایجاد سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ آج دنیا پختہ اینٹوں اور ریل' تار وغیرہ سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا منکر خدا کو کبھی نہیں پہچان سکتا۔ چونکہ فرعون کے دل میں موسیٰ علیہ السلام سے عناد تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کو اپنی طرح مکان میں سمجھا۔ ۵۔ فرعون سمجھا یہ کہ شاید موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کو آسمان میں مانتے ہیں تو اونچی عمارت بنا کر اس نے آسمان تک ایسے ہی پہنچنا چاہا جیسے آج سائنس والے چاند یا سورج تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ مگر اس کے پاس سامان کم تھا' آج ان کے پاس سامان زیادہ ۶۔ معلوم ہوا کہ علو سے مراد یہی ہے جو اس آیت میں ذکر ہوا۔ یعنی ناحق بڑائی چاہنا جسے اللہ بڑائی دے وہ بچی بڑائی ہے۔ خود رب فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۷۔ کیونکہ وہ قیامت کے قائل نہ تھے۔ جب رب ہی کو نہیں مانتے تھے تو قیامت کو کیا مانتے ۸۔ یعنی فرعونی اس قدرت کثرت و شوکت کے باوجود ہمارے نزدیک کنکر پتھر کی طرح تھے۔ جنہیں نہایت بے قدری سے بحیرہ قلزم میں ڈال دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ انسان میں ایمان نہ ہو تو اس کی کوئی عزت نہیں ۹۔ یعنی اے قرآن پڑھنے والے غور کر کہ ان بے دینوں کا انجام کیا ہوا۔ لہٰذا نظر سے مراد غور و فکر ہے۔ یعنی دل کی آنکھ کی نظر۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے کفر و عذاب میں غور کرنا حکم الٰہی ہے۔ عبادت ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اے محبوب آپ ملاحظہ کریں کہ ان بدکاروں کا انجام کیا

الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

لعنت لگائی لہ اور قیامت کے دن ان کا برا ہے لہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک

الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً

فرمادیں لہ جس میں لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں اور ہدایت اور رحمت

لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ

کہ وہ نصیحت مانیں لہ اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ

اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ

تھے لہ جب کہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا اور اس وقت تم

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ

حاضر نہ تھے لہ مگر ہوا یہ کہ ہم نے سنگتیں پیدا کیں کہ ان پر زمانہ دراز

الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا

گزرا لہ اور نہ تم اہل مدین میں مقیم تھے ان پر ہماری آیتیں پڑھتے

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ

ہوئے ہاں ہم رسول بنانے والے ہوئے لہ اور نہ تم

بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ

طور کے کنارے تھے جب ہم نے ندا فرمائی لہ ہاں تمہارے رب کی مہر ہے

رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ

کہ تمہیں غیب کے علم دیئے کہ تم ایسی قوم کو ڈر سناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر

قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ

سنانے والا نہ آیا لہ یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو نصیحت ہو اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انہیں

(بقیہ صفحہ ۶۲۲) ہوا۔ معلوم ہوا کہ نبی کی نگاہ گزشتہ' آئندہ' موجودہ' معدوم سب کو دیکھ لیتی ہے۔ حضور نے معراج کی رات ان لوگوں کو دوزخ میں عذاب پاتے دیکھا جو حضور کی وفات کے صدہا سال بعد پیدا ہوں گے اور بعد قیامت عذاب پائیں گے حضرت جبریل عرض کرتے تھے کہ یہ آپ کی امت کے سود خوار ہیں۔ یہ علماء بے عمل ہیں وغیرہ۔ اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ ۱۰۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں کفار و مومنین اپنے اپنے مریدوں کو جہنم و جنت میں لے جائیں گے رب فرماتا ہے يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت میں مومنوں کی مدد ہو گی نہ کہ کفار کی ا۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی کا برا چرچا' اللہ کی لعنت ہے۔ اور اچھا چرچا اللہ کی رحمت ہے۔ جیسا کہ انبیاء' اولیاء صالحین کا ہو رہا ہے اور شیطان کی بری شہرت اس کے لئے لعنت ہے حتیٰ کہ کفار بھی شیطان کی بدنامی سے واقف ہیں کیونکہ اگر انہیں کوئی شیطان کہہ دے تو اسے گالی سمجھتے ہیں۔ ۲۔ اس طرح کہ وہ قیامت میں ہر خیر سے دور اور ہر شر سے قریب ہوں گے۔ لہٰذا مومن۔ بفضلہ ہر خیر سے نزدیک اور ہر شر سے دور ہوں گے ۳۔ جیسے قوم نوح و قوم عاد و ثمود وغیرہم' یعنی موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ان قوموں کی ہلاکت کے بعد ہوا۔ اور آپ کو تورات کا ملنا فرعونیوں کی ہلاکت کے پیچھے ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کیونکہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل ہی کے نبی تھے۔ تورات شریف صرف انہیں کے عمل کے لئے آئی۔ ۵۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام سے رب نے کلام فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ جو ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے راز و نیاز کی باتیں کیں وہ سب تمہیں معلوم ہیں تمہیں دکھادیں' بتا دیں مگر جو معراج میں تم سے خصوصی کلام فرمایا وہ کسی کو نہ بتایا۔ فاوحی الی عبدہ مااوحی ۶۔ یعنی اس جسم شریف سے' ورنہ سارے اگلے پچھلے واقعات حضور کی نگاہ میں ہیں اور مشاہدہ میں ہیں (تفسیر صاوی) رب فرماتا ہے۔ الم تر کیف فعل ربک الخ خلاصہ یہ کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس جسم شریف سے وہاں موجود نہ تھے' نہ علماء سے ملاقات کی پھر ایسے درست واقعات بیان فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ سچے نبی ہیں ۷۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سی امتیں آئیں اور ان کی عمریں دراز ہوئیں۔ درازیٔ مدت کے باعث لوگ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم بھول گئے۔ خیال رہے کہ گزشتہ انبیاء کے دین ان کے کچھ عرصہ کے بعد مٹ جاتے تھے۔ یہ ہمارے حضور ہی کی شان ہے کہ اتنی دراز مدت گزرنے کے باوجود حضور کا دین قائم ہے قرآن ویسے ہی موجود ہے۔ اللہ قائم و دائم رکھے ۸۔ اس لئے آپ کو یہ علوم غیبیہ بخشے۔ معلوم ہوا کہ رسول کو علوم غیبیہ دیئے جاتے ہیں اور یہ علم ان کی نبوت کی دلیل ہوتے ہیں ۹۔ کہ اس ندا کی خبر سوا ہمارے اور موسیٰ علیہ السلام کے کسی کو نہ تھی مگر تمہیں خبر دے دی کیونکہ وہ کلیم تھے تم حبیب ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجازِ عرب میں حضور سے پہلے کوئی نبی سوا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نہ آیا۔ جس آسمان پر سورج ہوتا ہے وہاں کوئی تارا نہیں ہوتا۔ حضور سے پہلے وہاں کے لوگوں کا دین ابراہیمی تھا۔ پھر وہ تعلیم بھی مٹ گئی تب صرف عقیدہ توحید ان لوگوں کے لئے کافی رہا۔ جیسا کہ فترت والوں کا حال ہوتا ہے۔ اس توحید اور کچھ بقیہ تعلیم ابراہیمی پر ہمارے حضور کے والدین کریمین تھے۔ وہ حضرات مشرک نہ تھے' موحد تھے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہماری تفسیر نعیمی پارہ پہلا دیکھو۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب' ان واقعات کے رونما ہوتے وقت تم وہاں اس جسم شریف سے موجود نہ تھے۔ ان واقعات کی وحی آپ کو کی گئی تاکہ یہ علوم غیبیہ آپ کی نبوت کی دلیل ہوں۔ جن سے لوگ آپ پر ایمان لائیں اور نصیحت حاصل کریں۔ ان خبروں کی وحی آپ کی ہدایت کے لئے نہیں بلکہ آپ کی قوم کی ہدایت کے لئے ہے۔

مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا

کوئی مصیبت اس کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ۱؎ تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں

أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ

نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے ۲؎ اور ایمان

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

لاتے ۳؎ پھر جب ان کے پاس حق آیا ۴؎ ہماری طرف سے

قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ۚ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا

بولے انہیں کیوں نہ دیا گیا ۵؎ جو موسیٰ کو دیا گیا ۶؎ کیا اس کے منکر نہ

بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۖ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا

ہوئے تھے جو پہلے موسیٰ کو دیا گیا ۷؎ بولے دو جادو گر ہیں ایک دوسرے کی پشتی

وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ

پر اور بولے ہم ان دونوں کے منکر ہیں ۸؎ تم فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی

اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٩﴾

کتاب لے آؤ جو ان کتابوں سے زیادہ ہدایت کی ہو ۹؎ میں اسکی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو ۱۰؎

فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ

پھر اگر وہ یہ تمہارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں ۱۱؎

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ

اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے

اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ

جدا ۱۲؎ بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو اور بے شک

وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥١﴾ الَّذِينَ

ہم نے ان کے لئے بات مسلسل اتاری ۱۳؎ کہ وہ دھیان کریں جن کو

ع ۵ / ۸

۱؎ یعنی اگر یہ نہ ہوتا کہ جب کفار مکہ کو عذاب آخرت دیا جائے ان کے شرک و کفر کی وجہ سے تو وہ کہہ دیتے کہ ہمارے پاس کوئی رسول آیا ہی نہیں تو ہم آپ کو ان میں رسول بنا کر نہ بھیجتے۔ معلوم ہوا کہ رسول کی تشریف آوری کافروں کا منہ بند کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ۲؎ اب آپ کی تشریف آوری کے بعد ان لوگوں کو یہ بہانا بنانے کا موقعہ نہ ملے گا ۳؎ یہاں ف ترتیب ذکری کے لئے ہے نہ کہ ترتیب زمانی کے لئے کیونکہ رسول کی تشریف آوری تو ہو چکی اور عذاب آئندہ ہو گا ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا اسم شریف حق بھی ہے۔ کیونکہ آپ کی ہر ادا حق ہے گزشتہ اور آئندہ آیت یہ ہی بتا رہی ہے کہ حق سے مراد حضور ہیں ۵؎ کفار مکہ محض عناد اور سرکشی کی بنا پر' ورنہ رب نے آپ کو ایسے معجزات عطا کئے ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی شک کی گنجائش نہ تھی ۶؎ عصا اور ید بیضا' یا ایک دم قرآن کریم کا عطا ہونا' جیسے موسیٰ علیہ السلام کو تورات ایک دم عطا ہوئی۔ ۷؎ اس میں توجہ کلام ان علماء یہود کی طرف ہے۔ جو قریش کو سکھاتے تھے کہ فلاں اعتراض کرو اسی سلسلہ میں انہوں نے سکھایا کہ حضور سے یہ عرض کرو کہ قرآن شریف تورات کی طرح ایک دم کیوں نہ آیا۔ تو فرمایا گیا کہ ان سکھانے والوں کے بڑوں نے تورات کو بھی کب قبول کیا تھا لہٰذا آیت پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اہل مکہ نے موسیٰ علیہ السلام کو نہیں جھٹلایا تھا۔ ۸؎ کفار قریش نے مدینہ منورہ کے علماء یہود سے حضور کے متعلق دریافت کیا کہ ان کی خبر تورات میں دی گئی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اس پر کفار مکہ بولے کہ نہ ہم قرآن کو مانیں نہ تورات کو (خزائن العرفان) اس آیت میں اسی جانب اشارہ ہے۔ ۹؎ یعنی اصلی غیر محرف تورات اور اس قرآن کے مقابلہ میں۔ خیال رہے کہ اصلی تورات اب بھی ہادی ہے جو حضور پر ایمان لانے کی ہدایت دے رہی ہے۔ اس کے باقی احکام شرعیہ منسوخ ہو چکے' اب وہ احکام کی ہدایت نہیں ۱۰؎ معلوم ہوا کہ ناممکن کو ناممکن پر موقوف کر سکتے ہیں۔ کیونکہ قرآن سے بڑھ کر کتاب ناممکن ہے اور حضور کا اس کی پیروی کرنا بھی ناممکن' خیال رہے کہ بعض لوگ کفار سے اس شرط پر مناظرہ کرتے ہیں کہ اگر ہم ہار جائیں گے تو کافر ہو جائیں گے' یہ حرام ہے کیونکہ ہمارا ہار جانا غیر ممکن نہیں ہے ممکن ہے اپنے کفر کو ایک ممکن شے پر معلق کرنا ہوا۔ اس آیت کو ہم لوگ اپنے طریقہ کے لئے سند نہیں بنا سکتے۔ ۱۱؎ خیال رہے کہ یہاں ' تو جان لو فرمانا نہ تو خدا تعالیٰ کی نسبت سے ہے' نہ حضور کی نسبت سے کیونکہ رب تعالیٰ تو جانتا تھا کہ یہ لوگ قرآن کی مثل نہ لا سکیں گے اور حضور جانتے تھے کہ یہ لوگ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے پڑے ہیں بلکہ یہ سب کچھ عوام لوگوں کے لئے ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ تورات کی عبارت معجزہ نہ تھی بلکہ اس کی ہدایت معجزہ تھی اسی لئے یہاں اَهْدٰى مِنْهُمَا فرمایا گیا اور قرآن کریم کی عبارت بھی معجزہ ہے اور ہدایت بھی۔

(بقیہ صفحہ ۶۲۴) قرآن کریم کے متعلق ارشاد ہوا۔ نَتْلُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۱۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفسانی خواہش دو قسم کی ہے۔ حق کے موافق اور حق کے مخالف۔ دوسری قسم کی خواہش پر عمل کرنا کبھی حرام کبھی کفر ہے۔ پہلی قسم کی خواہش کی پیروی کرنا ثواب ہے۔ اسی لئے یہاں بغیر ھدی کی قید لگائی۔ بعض مقبول بندے ایسے بھی ہیں جن کی خواہش حق کے موافق ہوتی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن کریم کی بہت سی آیات آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہور نبوت سے پہلے رب کے عابد و ساجد تھے۔ وہ حضور کی خواہش تھی جو حق کے مطابق تھی۔ غرضیکہ نفس مختلف ہیں۔ ان کی خواہشیں اور خواہشوں کے احکام بھی جداگانہ ۱۳۔ معلوم ہوا کہ قرآنی آیات آپس میں ربط و تعلق ضرور رکھتی ہیں۔ اگرچہ بعض جگہ ان کا تعلق ظاہر نہ ہو۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کی ہدایت کے لئے ایسا کلام اتارا جو ایک دوسرے کے متصل ہے خلاف نہیں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہم نے مسلسل کلام اتارا۔

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ

ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ

جب ان پر یہ آیتیں پڑھی جاتی ہیں کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک

رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ

یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے تھے ان کو ان کا

اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ

اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی کو ٹالتے

السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِذَا سَمِعُوا

ہیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب بیہودہ بات

اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے

اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ

لئے تمہارے عمل بس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی نہیں بے شک

لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ

یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے

يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ

جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو اور کہتے ہیں اگر ہم تمہارے ساتھ

الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ

ہدایت کی پیروی کریں تو لوگ ہمارے ملک سے ہمیں اچک لے جائیں گے کیا ہم نے انہیں جگہ

حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ

نہ دی امان والی حرم میں جس کی طرف ہر چیز کے پھل لائے جاتے ہیں ہمارے پاس کی

۱۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ چالیس حضرات حبشہ سے مدینہ منورہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور پر ایمان لائے۔ یہ دین مسیحی کے علماء تھے۔ جب ان حضرات نے مسلمانوں کی تنگی دیکھی تو حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس اپنے وطن میں بہت مال ہے اجازت دیں کہ ہم وہ سب مال لے آئیں جس سے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ حضور نے اجازت دی' وہ لائے اور اس سے مسلمانوں کی بہت خدمات کیں۔ ان کے حق میں آیات نازل ہوئیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیات سیدنا عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئیں (خزائن العرفان) ۲۔ یعنی اے سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی آپ پر ایمان لا چکے تھے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ توارات و انجیل میں دیکھ کر ۳۔ کیونکہ ان کا عمل بھی دگنا ہے۔ ایک تو اپنی کتاب پر ایمان لانا' دوسرے قرآن شریف پر ایمان لانا ۴۔ اپنے دین کو چھوڑنے اور مسلمان ہو جانے کے بعد مشرکین کی ایذا پر صبر کیا۔ ۵۔ اطاعت سے گناہ کو دفع کرتے ہیں' یا ایمان سے کفر کو یا حلم سے کفار کی ایذا کو' یا علم سے جہالت کو' یا توحید سے شرک کو' یا نور سے اندھیرے کو (یہ آیات مدنیہ ہیں) ۶۔ مشرکین عرب اور اہل کتاب مومنوں کو گالیاں دیا کرتے تھے یہ حضرات گالیاں سن کر ایسے چشم پوشی کرتے تھے جیسے انہوں نے سنا ہی نہیں۔ یعنی سنے کو ان سنا بنا دیتے تھے۔ انکے متعلق یہ آیات ہیں ۷۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمہارے عمل تمہارے لئے مفید ہیں۔ کیونکہ کفر و شرک فائدہ مند نہیں ہوتا۔ ہمیشہ نقصان دہ ہی ہوتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہماری ملک ہمارے عمل ہیں' تمہاری ملک تمہارے عمل۔ ہر ایک کو اپنے عمل کی جزا سزا دیکھنی پڑے گی ۸۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہر جاہل سے مناظرہ نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں دور ہی سے متارکت کا سلام کر دینا چاہیے۔ دیکھو رب نے شیطان کے دلائل کا جواب نہ دیا بلکہ فرمایا۔ اخرج منہا دوسرے یہ کہ کافروں کو محبت کا سلام نہ کرے۔ کیونکہ ان کا یہ سلام محبت یا تحیت کا نہیں بلکہ بیزاری و نفرت کا ہے جیسے کہا جاتا ہے تمہیں دور ہی سے سلام ۹۔ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کی وفات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ چچا کلمہ پڑھ لو تاکہ میں قیامت میں تمہارا گواہ ہو جاؤں۔ انہوں نے جواب میں یہ دو شعر پڑھے۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ ☆ مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارُ مَسَبَّةٍ ☆ لَوَجَدْتَنِيْ سَمْحًا بِذَاكَ

لَدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ
روزی لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں ؎ اور کتنے شہر ہم نے
قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ
ہلاک کر دیئے جو اپنے عیش پر اترگئے تھے ؎ تو یہ ہیں انکے مکان ؎ کہ انکے بعد
مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۗ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾
ان میں سکونت نہ ہوئی مگر کم ؎ اور ہمیں وارث ہیں ؎
وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا
اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک انکی اصل مرجع میں
رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى
رسول نہ بھیجے ؎ جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے ؎ اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے
اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ
مگر جب کہ ان کے ساکن ستمگار ہوں ؎ اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے

فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ
وہ دنیوی زندگی کا برتاوا اور اس کا سنگار ؎ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر
وَّاَبْقٰى ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا
اور زیادہ باقی رہنے والا تو کیا تمہیں عقل نہیں تو کیا وہ جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا
فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ
تو وہ اس سے ملے گا اس جیسا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کا برتاؤ برتنے دیا ؎
هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
پھر وہ قیامت کے دن گرفتار کرکے حاضر لایا جائے گا ؎ اور جس دن انہیں ندا کریگا
فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾
؎ تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک ؎ جنہیں تم گمان کرتے تھے

(بقیہ صفحہ ۶۲۵) مُبِيْنًا یعنی میں یقین سے جانتا ہوں کہ دین محمدی سب دینوں سے بہتر ہے۔ اگر ملامت اور گالیوں کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس دین کو قبول کرلیتا۔ یہ کہہ کر ابو طالب کی وفات ہوگئی۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری (خزائن) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ابو طالب دل سے حضور کی حقانیت جانتے مانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضور کی بہت شاندار نعتیں فرمائیں۔ مگر چونکہ بوقت مطالبہ زبان سے اقرار نہ کیا اس لئے ان کا ایمان شرعاً" معتبر نہ ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت کے مطابق ان کا کفن دفن نہ فرمایا۔ بغیر ایمان کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ ابو طالب نے حضور کی ایسی خدمتیں کی ہیں کہ سبحان اللہ مگر ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ سے وہ جنتی نہ ہوئے خیال رہے کہ ابو طالب کے ایمان میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ شرعاً" مومن نہ تھے (روح البیان نے فرمایا یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک مومن ہیں۔ حضور نے حجتہ الوداع میں اپنے والدین کریمین کے ساتھ انہیں بھی زندہ فرما کر ایمان بخشا۔ بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی جن جنہمیوں کو اپنے دست قدرت میں لے کر دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا بغیر شفاعت' یہ وہ لوگ ہوں گے' جن کا ایمان شرعی نہ تھا' عند اللہ مومن تھے۔ بہرحال ابو طالب کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ وہ شرعاً" مومن نہیں مگر ان کی بدگوئی نہ کی جائے۔ وہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خادم ہیں ۱۰۔ خیال رہے کہ یہ آیت کریمہ حضور کی تسکین خاطر کے لئے آئی۔ ابو طالب کے ایمان قبول کئے بغیر وفات پاجانے پر حضور کو صدمہ تھا اس لئے آپ سے یہ فرمایا گیا۔ یہاں محبت کے مقابل مشیت ارشاد ہوا۔ یعنی وہ ہدایت نہیں پاتا جس سے آپ محبت کریں۔ کیونکہ آپ تو رحمت عالم ہیں۔ سب سے رحم کی بنا پر محبت کرتے' بلکہ ہدایت وہ پائے گا جو آپ سے سچی محبت کرے جیسے کہ ہر وہ شخص ہدایت نہیں پاتا جس سے رب محبت کرے کیونکہ وہ ربوبیت کی محبت ہر بندے سے کرتا ہے۔ بلکہ ہدایت وہ پائے گا جس کی ہدایت رب چاہے اسی لئے یہ نہ فرمایا کہ يَهْدِيْ مَنْ يُّحِبُّ اس سے معلوم ہوا کہ مقبول عبادات ہمارے ملک نہیں بلکہ رب تعالٰی کی چیزیں ہیں لہٰذا وہ نہ دنیا میں ہیں اور نہ فانی ہیں بلکہ وہ ماعند اللہ میں داخل ہیں ۱۱۔ جن کی تقدیر میں ہدایت ہے۔ ۱۲۔ حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف نے عرض کیا تھا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دین سچا ہے لیکن ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم ایمان لے آویں تو اہل عرب ہم کو نکال دیں گے۔ ان کے جواب میں یہ آیت اتری۔

۱۔ یعنی انہیں یہ غور کرنا چاہیے کہ عرب میں ہر طرف لوٹ مار ہے مگر یہ مکہ والے امن میں ہیں اور باوجود یکہ مکہ معظمہ میں پیداوار کچھ نہیں مگر ہر طرف سے رزق کھنچ کر یہاں پہنچتا ہے۔ جب کعبہ کے دامن میں رہنے کی برکت سے انہیں امن اور رزق مل رہا ہے تو اگر یہ کعبہ والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم سے وابستہ ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر امن اور روزی پائیں گے کعبہ حرم اجسام ہے' حضور حرم ایمان ہیں' جہاں ذات و صفات کے پھل آتے ہیں ۲۔ مقصود یہ ہے کہ نبی کی اطاعت سے امن اور نبی کی مخالفت سے ہلاکت ہوتی ہے۔ ان لوگوں نے الٹا سمجھ لیا کہ حضور کی اطاعت سے بدامنی اور مخالفت سے امن ملے گا۔ تاریخ اس کے برعکس ہے۔ گزشتہ قوموں کا حال دیکھ لو۔ ۳۔ جن کے کچھ آثار باقی ہیں جنہیں تم اپنے سفروں میں دن رات دیکھتے ہو ۴۔ کہ مسافر و راہ گیر دوران سفر میں کچھ دیر ان میں ٹھہر جاتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں وہ خالی پڑے رہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہلاک شدہ قومیں ان مکانوں میں کچھ روز رہیں ۵۔ یعنی ان کا کوئی وارث ہی نہ رہا۔ جو

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

کہیں گے وہ جن پر بات ثابت ہو چکی لہ اے ہمارے رب یہ ہیں وہ جنہیں ہم نے

اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۫ مَا

گمراہ کیا ہم نے انہیں گمراہ کیا ۔جیسے خود گمراہ ہوئے تھے ۲ہ ہم ان سے

كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ

بیزار ہو کر تیری طرف رجوع لاتے ہیں وہ ہم کو نہ پوجتے تھے ۳ہ اور ان سے فرمایا جائیگا اپنے

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

شریکوں کو پکارو ۴ہ تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کی نہ سنیں گے اور دیکھیں گے عذاب

لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ

کیا اچھا ہوتا اگر وہ راہ پاتے اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا

مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ

تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا ۵ہ تو اس دن ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی ۶ہ

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ

تو وہ کچھ پوچھ گچھ نہ کریں گے ۷ہ تو وہ جس نے توبہ کی

وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ

اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا قریب ہے کہ وہ

الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ

راہ یاب ہو اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ۸ہ

مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا

ان کا کچھ اختیار نہیں ۹ہ پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے

يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا

شرک سے اور تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں میں چھپا ہے اور جو

(بقیہ صفحہ ۶۲۶) ان کی ہلاکت کے بعد ان کے مکانوں کو آباد کرتا ۶۔ اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ پیغمبر کی بددعا کے بغیر عذاب نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ ہر بستی میں پیغمبر کا آنا ضروری نہیں ایک بڑی بستی میں پیغمبر کا تشریف لانا آس پاس کی تمام بستیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔ ۷۔ تبلیغ کے لئے' یہاں آیتوں سے مراد نئی یا پرانی کتاب کی آیات ہیں یا ہر رسول کی اپنی وحی کیونکہ ہر رسول کے پاس نئی کتاب نہیں آئی ۸۔ کافر اور پیغمبر کے انکاری ہوں ۹۔ اس میں کفار سے خطاب ہے کہ تمہاری تمام متاع فانی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ مومن کی متاع' متاع دنیا نہیں' متاع آخرت ہے۔ مومن کی حیات' حیات اخروی ہے۔ ۱۰۔ نہیں' بلکہ جو فرق دنیا و آخرت میں ہے وہ فرق دنیا دار اور دیندار میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن و کافر برابر نہیں تو نبی اور غیر نبی کیسے برابر ہو سکتے ہیں جن کے دم کی یہ ساری بہار ہے ۱۱۔ عذاب کے لئے' خیال رہے کہ بارگاہ الٰہی میں سب ہی پیش ہوں گے۔ مگر مومن خود خوشی سے حاضر ہوں گے اور کفار جبراً" حاضر کئے جائیں گے جیسے پھانسی کے مجرم حاکم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ۱۲۔ اللہ تعالیٰ یا تو بذریعہ فرشتوں کے یا خود بلاواسطہ فرمائے گا۔ یہ کلام غضب کا ہو گا نہ کہ رحمت کا۔ لہٰذا یہ اس آیت کے خلاف نہیں لا یکلمھم کیونکہ وہاں رحمت کے کلام کی نفی ہے۔ ۱۳۔ ان بتوں کو اپنا شریک فرمانا بطور غضب ہو گا۔ جیسے حضور حوض پر آنے والے مرتدین کے بارے میں فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں۔ نہ یہاں بے خبری ہے نہ وہاں بے خبری ہو گی۔ جیسے ہم غصہ میں دشمن کو کہتے ہیں کہ میرا بڑا دوست ہے۔ خیال رہے کہ دیوبند کے فضلاء اس جیسی تمام آیات کو اولیاء اللہ' مشائخ عظام پر چسپاں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے مریدوں سے کہا جاوے گا کہ اپنے پیروں کو بلا لو۔ حالانکہ یہ آیت بتوں اور مشرکوں کے متعلق ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرنا خوارج کا طریقہ ہے یہ لوگ بھی خوارج ہی ہیں۔

۱۔ یعنی سرداران کفر' ان کا مقصد یہ ہے کہ مولیٰ ان ہمارے ساتھیوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ نہ یہ ہماری ہر بات میں اطاعت و فرمانبرادی کرتے' نہ ہم کو یہ سردار مانتے۔ نہ ہم میں یہ تکبر و غرور پیدا ہوتا ۲۔ یہ ان سرداروں کی دوسری معذرت ہے۔ یعنی جیسے ہم اپنے اختیار سے گمراہ ہوئے' ایسے ہی یہ لوگ اپنی خوشی و اختیار سے گمراہ ہوئے۔ ہم نے انہیں مجبور کر کے گمراہ نہیں کیا۔ لہٰذا ہم پر یہ الزام نہیں ۳۔ بلکہ اپنے نفس کے پجاری تھے اور اپنی خواہشوں کے تبع۔ ۴۔ معلوم ہوا کہ کسی کو محض پکارنا یا بلانا اگرچہ مدد کے لئے ہو' شرک نہیں' ورنہ رب اس کا حکم نہ دیتا۔ رب فرماتا ہے۔ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی قرآن کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے مددگاروں کو مدد کے لئے بلا لو' پکار لو۔ جو پکارنا شرک ہے' وہ عبادت کے طور پر پکارنا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں شرکاء سے مراد وہ بت ہیں جن کی مشرکین پوجا کرتے تھے جیسے چاند' سورج' تارے' درخت' پتھریا مہادیو وغیرہ جن کے نام کے بت بنائے گئے تھے۔ اس آیت کو انبیاء اولیاء سے کچھ تعلق نہیں جیسا کہ وہابیوں نے سمجھا ہے ۵۔ یہ رب تعالیٰ کا دوسرا سوال ہے جس کا تعلق نبی کی رسالت سے ہے۔ پہلے سوال کا تعلق توحید سے تھا معلوم ہوا کہ کفار کو شرک کی بھی سزا ملے گی اور نبی کی مخالفت کی بھی۔ مرسلین کو جمع اس لئے فرمایا گیا کہ یہ سوال ہر نبی کی امت سے ہو گا ۶۔ یعنی کفار کو یاد نہ رہے گا کہ ہم سے رسولوں نے کیا فرمایا تھا اور ہم نے انہیں کیا جواب دیا تھا۔ یہ ایک وقت ہو گا دوسرے وقت اس کے خلاف ہو گا۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں ۷۔ معلوم ہوا کہ کافر

يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی
ظاہر کرتے ہیں ۱؎ اور وہی ہے اللہ کہ کوئی خدا نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے دنیا

الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾
اور آخرت میں ۲؎ اور اسی کا حکم ہے ۳؎ اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ۴؎

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا
تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر اللہ ہمیشہ تم پر قیامت تک

اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ
رات رکھے ۵؎ تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں

بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ
روشنی لا دے تو کیا تم سنتے نہیں ۶؎ تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر

اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ

اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے ۷؎ تو اللہ کے سوا کون

اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا
خدا ہے جو تمہیں رات لا دے جس میں آرام کرو تو کیا تمہیں

تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ
سوجھتا نہیں ۸؎ اور اس نے اپنی مہر سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے ۹؎

لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو ۱۰؎ اور اس

تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ
لئے کہ تم حق مانو اور جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ

الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ
شریک جو تم بکتے تھے ۱۱؎ اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ

(بقیہ صفحہ ۶۲۷) مر کر اپنے دین کو بھی بھول جاتا ہے۔ اسی لئے وہ قبر میں ہر سوال کے جواب میں لا ادری کہتا ہے غرضیکہ ایمانی تعلقات قیامت میں بھی قائم رہیں گے۔ نفسانی تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ اور مومن کو اپنا دین قبر میں حشر میں ہر جگہ یاد رہے گا۔ وہ اپنے رب کو' اپنے نبی کو بلکہ اپنے شیخ اور استاد کو بھی پہچانے گا۔ ۸۔ ولید بن مغیرہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی کیوں چنا۔ یہ قرآن مکہ یا طائف کے کسی بڑے مالدار آدمی پر اترا ہوتا۔ یعنی مجھ پر یا عروہ بن مسعود ثقفی پر' اس کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خزائن العرفان) جس میں ارشاد ہوا کہ پیدا فرمانے' رسول منتخب کرنے میں ہم کو اختیار ہے' کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے جیسے کوئی یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ مجھے مرد یا کالا' گورا' غریب یا امیر کیوں بنایا۔ یا مجھے اتنی لڑکیاں' اتنے لڑکے کیوں دیئے۔ کم و بیش کیوں نہ دیئے اس طرح یہ بھی اعتراض نہیں۔ کہ فلاں کو نبی کیوں بنایا ۹۔ یعنی انتخاب نبی میں کسی کو اعتراض نہیں کہ جسے چاہیں ووٹ دے کر نبی بنالیں۔ ہاں یہ تو ہوا ہے کہ نبوت کے لئے کسی نبی نے کسی کو منتخب کر کے دعا کی اور رب نے ان کے انتخاب کو برقرار رکھا اور اپنے فضل سے اسے نبی بنا دیا جیسے موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کو منتخب کر کے دعا کی اور آپ کی دعا سے وہ نبی بنائے گئے خیال رہے کہ نبوت نیابت الٰہیہ ہے جس کا انتخاب صرف رب فرماتا ہے اور خلافت نیابت رسول ہے اس کا انتخاب رسول فرمائیں یا رسول کی امت کثرت رائے سے۔ اگر خلیفہ بھی رب کے انتخاب سے ہوا کرے تو نبی اور خلیفہ میں فرق نہ رہے گا۔

۱۔ یعنی ان کفار کے دل میں محبوب سے حسد ہے' زبان میں نبوت پر طعن ہے۔ ہم دونوں کو جانتے ہیں' ورنہ دل ان کے بھی مانتے ہیں کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کی اہلیت بخشی ہے' جو خدا کے انتخاب پر انکار کرے وہ کافر ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی کسی چیز پر طعن کفر ہے۔ کیونکہ حضور کا ہر کام ہر وصف رب تعالیٰ کے انتخاب سے ہے۔ اب اس پر اعتراض رب کے انتخاب پر اعتراض ہے۔ اسی لئے جب لوگوں نے حضور کے نکاح پر اعتراض کیا تو رب نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ زَوَّجْنٰكَهَا حضرت زینب سے تمہارا نکاح ہم نے کرایا ہے' کہو مجھ پر کیا اعتراض ہے۔ ۲۔ کہ دنیا میں انبیاء اولیاء علماء مومنین اس کی حمد کرتے ہیں اور آخرت میں ساری مخلوق اس کی حمد کرے گی ۳۔ تکوینی حکم یا نیکوں کے لئے مغفرت کا' گنہگاروں کے لئے شفاعت صالحین ۴۔ نیک لوگ خوشی سے اور بدکار جبرا" یعنی چار و ناچار جانا اس کی بارگاہ میں ہے مبارک ہے وہ بندہ جو خوش خوش دنیا میں بھی اس کی طرف رجوع کرے ۵۔ اس طرح کہ آفتاب کو ٹھہرا دے یا اسے بے نور کر دے جس کے طلوع سے دن ہی نہ نکلے' یا آفتاب کو کنارہ آسمان کے نیچے ہی حرکت دے' یا آفتاب کو بالکل ہی فنا کر دے۔ کس کا ہاتھ وہاں پہنچتا ہے جو دن نکال سکے؟ ۶۔ یعنی اے مشرکو! تم بھی مانتے ہو کہ تمہارے ان جھوٹے معبودوں میں یہ تصرف کرنے کی قدرت نہیں۔ پھر تم انہیں کیوں پوجتے ہو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈوبا ہوا سورج لوٹایا ہے لیکن بارگاہ الٰہی میں دعا کر کے' یہ واقعہ اس کے خلاف نہیں ہے ۷۔ دل کے کان جو ایمان کا باعث ہوں ۸۔ اس طرح کہ بیچ آسمان پر سورج کو روک دے' یا کنارے آسمان کے اوپر ہی سورج کو حرکت دے ۹۔ اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سورج کا رک جانا' بے نور ہو جانا' نہ ڈوبنا' مٹ جانا سب ممکن ہے فلاسفہ کا یہ قول کہ حرکت آسمان کے لئے لازم ہے' کفر و الحاد ہے۔ دوسرے یہ کہ دن رات اللہ کی رحمت ہیں مگر

(بقیہ صفحہ ٦٢٨) جب کہ آتے جاتے رہیں' اگر رک جاویں تو عذاب ہیں۔ ١٠۔ اس تقریب ذکری سے معلوم ہوا کہ رات پہلے ہے دن بعد میں۔ اسی لئے اسلام میں آفتاب ڈوبنے سے تاریخ بدلتی ہے تاریکی پہلے روشنی بعد میں۔ جہل پہلے ہے علم پیچھے' نیستی پہلے ہستی بعد میں۔ ١١۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان روزی کو اپنی کمائی کا نتیجہ نہ سمجھے' رب کا عطیہ جانے' کوشش اس عطیہ کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کمائی کوئی بھی محبوب ہے۔ اعضاء کو بیکار نہ چھوڑے یہ بھی معلوم ہوا کہ کمائی کے لئے دن اور آرام کے لئے رات مقرر کرنی بہتر ہے۔ رات کو بلاوجہ نہ جاگے۔ دن میں بیکار نہ رہے۔ اگر معذوری کی وجہ سے دن میں سوئے'

شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ

نکال کر فرمائیں گے لے اپنی دلیل لاؤ تو جان لیں گے کہ حق اللہ کا

لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اِنَّ قَارُوْنَ

ہے اور ان سے کھوئی جائیں گی جو بناوٹیں کرتے تھے ٢ بے شک قارون

كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ

موسیٰ کی قوم سے تھا ٣ پھر اس نے ان پر زیادتی کی ٤ اور ہم نے اس کو اتنے

الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي

خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں ٥

الْقُوَّةِ ۚ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا

جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا نہیں ٦ بے شک اللہ اترانے

يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ

والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر

الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ

طلب کر ٧ اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول ٨ اور احسان کر

كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي

جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا ٩ اور زمین میں فساد نہ

الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ

چاہ بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا ١٠ بولا

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ

یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے ١١ اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ

اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ

اللہ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرمادیں ١٢ جن کی قوتیں

ع ١٠

اور رات کو کمائے تو حرج نہیں۔ جیسے رات کی نوکریوں والے ملازم وغیرہ ١٢۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کفار کے گناہ' بدعقیدگی کا حساب علانیہ ہوگا۔ اس لئے فرمایا۔ ینادی' تاکہ رسوائی ہو۔ مسلمانوں کے نیک اعمال کا حساب علانیہ' گناہوں کا حساب خفیہ ہوگا تاکہ رسوائی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ کفار کا مذاق اڑانا جائز ہے۔ رب تعالیٰ کا فرمانا میرے شریک کہاں ہیں۔ انہیں شرمندہ کرنے کے لئے ہوگا۔

١۔ یعنی امت کے نیک و بد اعمال پر ان کے رسول گواہ ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر اپنی امتوں کے علانیہ و خفیہ اعمال سے خبردار ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی گواہی معتبر ہے۔ ٢۔ صفائی کے گواہ' یعنی اپنے جھوٹے معبودوں' بڑے یاروں کو بلاؤ جو تمہاری صفائی پیش کریں ٣۔ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا۔ صہر کا بیٹا تھا' توریت کا بڑا عالم تھا۔ بہت حسین' متواضع' خوش خلق تھا۔ مال ملنے پر منافق ہوگیا۔ سامری کی طرح اس کا نسب یہ ہے۔ قارون بن صہر بن فاحش بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔ موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے۔ موسیٰ بن عمر بن فاحش بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام (روح) قارون کا لقب منور تھا۔ اس کے حسن کی وجہ سے' اس لئے قارون کو موسیٰ علیہ السلام کا ہم قوم بتایا گیا۔ ورنہ کافر مومن کا ہم قوم نہیں ہوتا۔ یہاں نسبی قومیت مراد ہے ٤۔ اس طرح کہ مومنوں پر اپنی سربلندی چاہی' اور حضرت ہارون کا منصب اپنے لئے چاہا یعنی ناظم قربانی ہونا کہ تمام بنی اسرائیل کی قربانیاں بارگاہ الٰہی میں پیش کیا کرے ٥۔ کیونکہ اس کی چابیاں چالیس خچروں پر لادی جاتی تھیں اور ہر چابی ایک پورے خزانہ کی تھی (روح) ٦۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخی کی خوشی حرام ہے۔ یعنی اترانا۔ لیکن شکر کی خوشی عبادت ہے' رب فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا قارون کی خوشی شیخی کی تھی۔ اسی طرح جرم کرکے خوش ہونا حرام ہے۔ عبادت کرکے خوش ہونا بہتر ہے۔ اسی طرح ناجائز طریقے سے خوشی منانا حرام ہے' جیسے خوشی سے ناچنا۔ جائز طور سے خوشی منانا اچھی ہے جیسے خوشی میں صدقہ کرنا وغیرہ ٧۔ اس طرح کہ رب کا شکر کرو اور فقراء پر صدقہ و خیرات کرو تاکہ یہ مال تیرے ساتھ جاوے ٨۔ عبادت کا' کیونکہ انسان جو عبادت کرے' رب کے نام پر دے لے وہ اپنا حصہ ہے' باقی غیروں کا ہے۔ چاہیے کہ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو' موت سے پہلے زندگی کو' بیماری سے پہلے تندرستی کو' مشغولیت سے پہلے فراغت کو غنیمت جانے۔ ٩۔ اللہ کے بندوں پر کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکریہ ہے ١٠۔ یعنی اپنا مال اور اپنی زندگی گناہوں میں خرچ نہ کر کہ اس سے فساد پیدا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ گناہ فساد کا باعث ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ ١١۔ اس علم سے مراد یا علم توریت یا علم کیمیا ہے جو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے حاصل کیا تھا۔ رانگ کو چاندی اور تانبے کو سونا بنالیتا تھا۔ یا علم تجارت' یا

(بقیہ صفحہ ۶۲۹) کاشتکاری کا علم یا دوسرے پیشوں کا علم مراد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر خدا تعالیٰ کا کیا احسان ہے۔ یہ مال تو میں نے اپنے علم کے زور سے حاصل کیا ہے۔ ۱۲۔ قارون کا خیال تھا کہ چونکہ میرے پاس علم' زر' زور' جتھا' جماعت بہت کافی ہے اس لئے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ مجھ پر عذاب الٰہی آسکتا ہے۔ اس کے اس خیال کی تردید اس آیت میں فرمائی گئی' کہ تجھ سے پہلے کے کفار تجھ سے زیادہ ہنر مند' زور آور' جتھے والے تھے۔ مگر مخالفت نبی کی وجہ سے جو عذاب آیا تو اسے کوئی دفع نہ کر سکا۔

أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ

اس سے سخت تھیں اور جمع اس سے زیادہ [۱] اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی

الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۖ قَالَ

پوچھ نہیں [۲] تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں [۳] بولے

الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ

وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں [۴] کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا

مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ

قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے [۵] اور بولے وہ جنہیں

أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَ

علم دیا گیا [۶] خرابی ہو تمہاری [۷] اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور

عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا

اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں [۸] تو ہم نے اسے

بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ

اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھیں

يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿٨١﴾

کہ اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی [۹] اور نہ وہ بدلہ لے سکا

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ

اور کل جس نے اس کے مرتبہ کی آرزو کی تھی صبح کہنے لگے [۱۰] عجب بات ہے

وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ

اللہ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے

وَيَقْدِرُ ۖ لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ

اور تنگ فرماتا ہے [۱۱] اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا

ا۔ جمع سے مراد جمع مال یا بڑی جماعتیں ہیں' اور قوت سے مراد جسمانی قوت و تندرستی ہے۔ یعنی قوم عاد و ثمود بڑی بہادر تھیں اور نمرود والے بڑے مالدار تھے مگر عذاب الٰہی سے بچ نہ سکے ۲۔ یہ ایک وقت میں ہو گا۔ دوسرے وقت پوچھ گچھ ہو گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ رب کو پوچھنے کی ضرورت نہیں' پوچھنا ان کو شرمندہ کرنے کے لئے ہو گا قیامت میں ہر کافر خود اپنے چہرے سے پہچانا جائے گا ہر شخص مومن و کافر کو چہرہ سے پہچان لے گا ۳۔ قارون اپنی آخری عمر میں ایک دفعہ سنیچر کے دن بہت جاہ و جلال سے اس طرح نکلا کہ خود سفید رنگ کے خچر پر سوار تھا۔ سونے کی زین پر ارغوانی جوڑا پہنے تھا۔ اس کے ساتھ اس کے نوے ہزار لونڈی غلام عمدہ لباسوں سے آراستہ جلو میں تھے جو حریر کے لباس پہنے ہوئے تھے' گھوڑوں پر سوار تھے۔ غرضیکہ بہت شاندار جلوس کے ساتھ نکلا تھا۔ بنی اسرائیل کے ضعیف مومنین' ان کی یہ تمنا بشری تقاضے سے تھی جو کفر یا گناہ کبیرہ نہیں۔ خیال رہے کہ دنیاوی نعمتوں میں غبطہ کرنا بھی منع ہے' دینی امور میں غبطہ حلال' حسد مطلق حرام ہے خواہ دنیاوی نعمتوں میں ہو یا اخروی میں۔ غبطہ کے معنی ہیں کسی کی نعمت دیکھ کر اپنے لئے بھی اس کی تمنا کرنی جسے رشک کہتے ہیں حسد یہ ہے کہ دوسرے سے نعمت کا زوال اور اپنے لئے اس کا حصول چاہے ۵۔ معلوم ہوا کہ دنیا داروں کی دنیا کو لالچ کی نظر سے دیکھنا اور ان کی دنیا کی تمنا کرنی غافلوں کا کام ہے۔ دنیا میں اپنے سے نیچے کو دیکھے' دین میں اپنے سے اوپر پر نظر کرے' جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ۶۔ یعنی علماء بنی اسرائیل جنہیں علم با عمل نصیب کیا گیا ۷۔ تم یہ آرزو نہ کرو کیونکہ ۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ ثواب کے مستحق ہونے کے لئے تین چیزیں درکار ہیں۔ ایمان' نیک عمل اور صبر و شکر۔ ۹۔ قارون کے زمین میں دھنسنے کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل پر زکوٰۃ کا حکم آیا تو قارون موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا کہ میں چوتھائی مال زکوٰۃ نہیں دے سکتا' ہاں اگر آپ فرمائیں تو ہزارواں حصہ نکال سکتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ اتنا ہی لا۔ جب گھر جا کر ہزارویں حصہ کا حساب لگایا تو یہ بھی بہت زیادہ ہوا۔ اس کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ آخر کار اپنے دوستوں کو جمع کر کے بولا کہ اب موسیٰ علیہ السلام تمہارے مالوں پر قبضہ کر کے تم کو فقیر بنا دینا چاہتے ہیں کوئی ایسی تدبیر کرو کہ موسیٰ علیہ السلام کا وقار بنی اسرائیل کے دلوں سے جاتا رہے۔ آخر تدبیر یہ سوچی کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھرے مجمع میں زنا کا الزام لگایا جائے۔ ایک حسینہ جمیلہ عورت کو ہزار اشرفیاں نقد دے کے اور بہت سے وعدے کر کے تہمت لگانے پر آمادہ کر لیا۔ دوسرے دن بنی اسرائیل کو جمع کر کے موسیٰ علیہ السلام کو وعظ کے بہانے سے بلایا۔ آپ نے مجمع کے سامنے وعظ فرمایا' جس میں جرموں کی سزاؤں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ زانی اگر کنوارا ہو گا تو اسے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اگر شادی شدہ ہو گا تو سنگسار کیا جائے گا۔ اس پر قارون

(بقیہ صفحہ ۶۳۰) بولا کہ یہ حکم اوروں کے لئے یا آپ کے لئے بھی۔ فرمایا سب کے لئے۔ وہ بولا کہ بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے معاذ اللہ فلاں عورت سے...... آپ نے فرمایا۔ کہ اس عورت کو بلاؤ۔ وہ آئی کلیم اللہ کی ہیبت دل پر چھاگئی اور بولی کہ مجھے قارون نے ہزار اشرفیاں دے کر کہا تھا کہ میں آپ پر بہتان لگا دوں۔ مگر آپ سچے ہیں اور بے عیب ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ میں گر کر رب کی بارگاہ میں قارون کے لئے بددعا کی حکم الٰہی پہنچا کہ زمین آپ کے قبضہ میں ہے آپ جو حکم کریں گے وہ کرے گی۔ آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ جو قارون کے ساتھ ہو وہ اس کے پاس بیٹھا رہے جو اس سے بیزار ہو علیحدہ ہو جائے یہ سن کر قارون کے سارے دوست اس سے علیحدہ ہو گئے سوائے دو کے اس کے ساتھ کوئی نہ رہا۔ پھر آپ نے فرمایا اے زمین انہیں پکڑ لے۔ وہ گھٹنوں تک دھنس گئے۔ پھر فرمایا۔ پکڑ لے۔ وہ کمر تک دھنس گئے پھر فرمایا۔ پکڑ لے۔ وہ گلے گلے دھنس گئے بعض لوگوں نے کہا کہ آپ قارون کے مال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ اے زمین تو قارون کے خزانے' مکانات کو بھی پکڑ لے چنانچہ وہ سب زمین میں دھنس گئے اور زمین ان پر برابر ہو گئی ۱۰۔ کل سے مراد گزشتہ قریبی زمانہ ہے۔ ۱۱۔ یعنی آج ہماری آنکھیں کھل گئی کہ زیادہ مال مل جانا رب تعالیٰ کی رضا مندی کی دلیل نہیں' اللہ ایمان نصیب کرے

ع ۱۱

وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ

اے عجب کافروں کا بھلا نہیں یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لئے

نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ

کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ

وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ

فساد اور عاقبت پرہیزگاروں ہی کی ہے جو

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ

نیکی لائے اس کے لئے اس سے بہتر ہے اور جو بدی لائے

فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا

تو بدکام والوں کو بدلہ نہ ملے گا مگر جتنا کیا

يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

تھا بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا

لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى

وہ تمہیں پھیرے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو تم فرماؤ میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت

وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا

لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے اور تم امید نہ رکھتے تھے

اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ

کہ کتاب تم پر بھیجی جائے گی ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی

فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ

تو تم ہرگز کافروں کی پشتی نہ کرنا اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیتوں

اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ

سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں اور اپنے رب کی طرف بلاؤ

۱۔ معلوم ہوا کہ فرض کا انکار' نبی کو الزام لگانا کفر ہے کہ قارون کو رب نے کافرین کے زمرے میں داخل فرمایا۔ ۲۔ یعنی جنت ان مومنوں کو عطا ہو گی جو دنیا میں راضی برضا الٰہی رہے اور اپنے نفس کے لئے برائی کے طلبگار نہ ہوئے' نہ زمین میں فساد پھیلاتے رہے۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ نفسانی بڑائی چاہنا فساد کا ذریعہ ہے۔ دینی بڑائی کی کوشش کرنا عبادت ہے رب فرماتا ہے۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۴۔ معلوم ہوا کہ کبھی دنیا میں اگرچہ ظالم و فاسق کو عروج عارضی ہو جاتا ہے مگر آخر کار رب کے مقبولوں کا عروج دائمی ہوتا ہے۔ باطل بادل ہے' حق سورج' باطل پانی کا جھاگ ہے' حق تہ کا موتی ۵۔ یعنی جو قیامت میں ایمان اور نیک اعمال لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گا اس کو ایسی بھلائی ملے گی جو خیال و گمان سے بالاتر ہے ایک بھلائی کا بدلہ کم از کم دس گنا' زیادہ کی انتہا نہیں۔ پھر وہ دائمی ہے جس کو فنا نہیں۔ اور دیدار الٰہی اور لقاء جمال مصطفوی اس کے علاوہ ہے' غرضیکہ اس کا کماحقہ' بیان ناممکن ہے۔ ۶۔ اس سے دو مسئلے ہوئے ایک یہ کہ گناہ کا بدلہ خود گنہگار کو ملے گا۔ ایک کے گناہ میں دوسرا گرفتار نہ ہو گا۔ دوسرے یہ کہ گناہ میں رب تعالیٰ زیادتی نہ فرمائے گا کہ یہ خلاف عدل ہے۔ ایسے ہی کسی کو بغیر گناہ نہ پکڑے گا۔ لہٰذا کفار کے چھوٹے بچے جو لڑکپن میں فوت ہو گئے' دوزخ میں نہ جائیں گے ۷۔ یہ آیت کریمہ مقام جحفہ میں نازل ہوئی جبکہ حضور ہجرت فرما کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جا رہے تھے اور آپ کو ابراہیمی شہر مکہ چھوڑنے کا ملال تھا' اس آیت میں وعدہ فرمایا گیا کہ ہم آپ کو پھر مکہ معظمہ واپس فرمائیں گے نہایت شان و شوکت کے ساتھ چنانچہ رب نے اپنا یہ وعدہ پورا فرمایا اور حضور نے مکہ معظمہ فتح کیا (خزائن) ۸۔ جو کوئی سفر کو جاتے وقت یہ دعا پڑھ کر گھر سے نکلے گا انشاء اللہ بخیر و خوبی کامیابی کے ساتھ لوٹے گا۔ جیسا کہ آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم پھر مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے۔ ۹۔ کفار مکہ نے حضور سے عرض کیا تھا کہ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ آپ کھلی گمراہی میں ہیں (نعوذ باللہ) ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ اتری جس میں فرمایا گیا کہ تم اس کا پتہ نہیں لگا سکتے کہ گمراہی میں کون ہے اور ہدایت پر کون' رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶۳۱) اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور کو بھی خبر نہیں کہ میں ہدایت پر ہوں یا نہیں اور کفار گمراہ ہیں یا نہیں۔ رب نے قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا کہ اے محبوب تم سیدھے راستے پر ہو' تم رسول ہو۔ حضور کو تمام انسانوں کی خبر ہے کس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا کس کا کفر پر اس کی تفصیل ہماری کتاب جاء الحق میں ملاحظہ کرو ۱۰۔ یعنی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپ کو نبوت کی امید نہ تھی۔ صرف خدا کی رحمت سے' امید تو کیا یقین تھا کیونکہ آپ کی نبوت نہ تو حضرت ہارون کی طرح کسی کی دعا سے حاصل ہوئی نہ حضرت یحیٰی و سلیمان علیہم السلام کی طرح بطور میراث ملی بلکہ صرف اللہ کی رحمت سے ملی۔ لٰہذا اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اپنی نبوت سے بیخبر تھے۔ آپ کو تو بچپن ہی سے شجر و حجر سلام کرتے تھے اور رسول اللہ کہہ کر پکارتے تھے۔ بحیرہ راہب نے بچپن شریف میں ہی آپ کی نبوت کی خبر دے دی تھی۔ خود فرماتے ہیں۔ "کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ" ۱۱۔ بظاہر اس میں خطاب حضور کو ہے مگر در حقیقت مسلمانوں کو ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی مدد عموماً" اور مسلمانوں کے مقابلہ میں خصوصاً" سخت جرم ہے' ہاں اگر اس مدد سے ان کو اسلام کی طرف مائل کرنا ہو تو یہ مدد نہیں ۱۲۔ یعنی کفار کی بکواس کی طرف ایسا التفات نہ کرو جس سے رب کے ذکر میں فرق آئے ۱۳۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور تمام خلق کے داعی رسول ہیں کیونکہ یہاں یہ نہ فرمایا کہ فلاں وقت تک فلاں قوم کو بلاؤ۔ یعنی ہمیشہ ساری مخلوق کو بلاؤ۔ آج بھی حضور سب کو اللہ کی طرف بلا رہے ہیں۔ علماء' صوفیاء' مشائخ انہیں کے دروازے کے چاکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھ گنہگار کو بھی ان کا چاکر بنائے دوسرے یہ کہ اور انبیاء کرام رب کی صفات کی طرف مخلوق کو دعوت دیتے تھے۔ حضور رب کی ذات کی طرف بلاتے ہیں۔ رب نے فرمایا۔ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ

اور ہرگز شرک والوں میں نہ ہونا [1] اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو

إِلٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ

نہ پوجو [2] اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے [3]

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۸﴾

اسی کا حکم ہے [4] اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے [5]

اٰیَاتُهَا ۶۹	۲۹ سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ ۸۵	رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورۃ عنکبوت مکی ہے اس میں ۷ رکوع ۶۹ آیات ۹۸۰ کلمے ۴۱۶۵ حروف ہیں (خزائن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

الٓمّٓ ﴿۱﴾ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے

وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

[6] اور ان کی آزمائش نہ ہوگی [7] اور بے شک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا [8]

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ﴿۳﴾

تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا [9] اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا [10]

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا ۚ

یا یہ سمجھے ہوئے ہیں وہ جو برے کام کرتے ہیں [11] کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے [12]

سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۴﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللّٰهِ

کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو [13]

فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۵﴾

تو بے شک اللہ کی میعاد ضرور آنے والی ہے [14] اور وہی سنتا جانتا ہے

۱۔ نہ عقائد میں نہ اعمال میں نہ صورت میں نہ سیرت میں۔ ۲۔ یہ آیت تمام ان آیات کی تفسیر ہے جن میں ماسوی اللہ کو پکارنے سے منع فرمایا گیا۔ اس آیت نے بتا دیا کہ کسی کو الٰہ کہہ کر پکارنا منع ہے نہ کہ فقط پکارنا ۳۔ یعنی خدا کے سوا ہر چیز فانی بالذات ہے اگرچہ بعض پر فنا طاری نہ ہو۔ جو فانی اللہ ہوں انہیں بھی رب تعالیٰ بقاء عطا فرماتا ہے۔ ۴۔ حکم تکوینی صرف رب کا ہے فرشتے' اولیاء' انبیاء اس کے زیر فرمان ہیں۔ باقی احکام حقیقتہً اللہ کے ہیں اگرچہ مجازاً" بادشاہ' حکام وغیرہ بھی حاکم ہیں ۵۔ یعنی ابھی کدھر ہی بھاگ دوڑ لو مگر آخر کار تمہیں رب کی طرف لوٹنا و رجوع کرنا ہے۔ مومن بفضلہ تعالیٰ دنیا ہی میں رجوع الی اللہ کر لیتے ہیں ۶۔ یہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی' جو کفار مکہ کی سختی پر کبھی دل تنگ ہو جاتے تھے۔ جس میں فرمایا گیا کہ گھبراؤ نہیں' یہ تمہارے ایمان کا امتحان ہے' کیونکہ یہ آیت مکی ہے ۷۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا بقدر قوت ایمانی کے امتحان لینا' قانون الٰہی ہے۔ بیماری' ناداری' غربت' مصیبت' یہ سب رب کی آزمائشیں ہیں جن سے مخلص و منافق ممتاز ہو جاتے ہیں۔ مومن راضی برضا رہتا ہے۔ ۸۔ کہ کوئی اللہ کا بندہ آرے سے چیرا گیا۔ بعض لوہے کی کنگھیوں سے پرزے پرزے کئے گئے بعض کو آگ میں ڈالا گیا۔ بعض کو حکم دیا گیا کہ اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرو مگر وہ حضرات استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے ۹۔ یہاں علم کا ترجمہ دیکھنا نہایت ہی مناسب ہے اسے علم ظہور کہتے ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کا علم تو قدیم ہے۔ مگر دیکھنا ظہور کے بعد ہی ہوتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اللہ کے جاننے سے اللہ کے مقبول بندوں کا جاننا مراد ہے۔ آگ میں جا کر سونے کا میل دور ہو جاتا ہے۔ ۱۰۔ یعنی

(بقیہ صفحہ ۶۳۲) یہ آزمائشیں تمہارے سچا جھوٹا ہونے کی علامات ہیں۔ خیال رہے کہ یہ علامات ہمارے علم کے لئے ہیں نہ کہ رب کے علم کے لئے۔ ان آزمائشوں کا مقصد یہ ہے کہ کل قیامت میں کسی کی سزا یا جزا پر دوسروں کو اعتراض نہ ہو۔ مثلاً امام حسین کو جب اہل جنت کی سرداری دی جائے تو دوسرا یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں سرداری کیوں نہ ملی کربلا نے ان کا استحقاق ظاہر کر دیا ۱۱۔ کفر و شرک اور کفر کے ساتھ گناہ' اس میں توجہ کفار کی طرف ہے نہ کہ مومن گنہگار کی طرف ۱۲۔ اس طرح کہ ہم ان سے بدلہ لینے پر قادر نہ ہوں' یا اس طرح کہ وہ کسی اور کی مملکت یا کسی دوسرے الٰہ کی پناہ گاہ میں پہنچ جاویں ۱۳۔ یہاں امید بمعنی یقین ہے' یا امید سے

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے [1] بیشک اللہ

لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بے پرواہ ہے سارے جہان سے اور جو ایمان لائے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ

کام کئے ہم ضرور انکی برائیاں اتار دیں گے [2] اور ضرور انہیں اس کام

اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۷ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ

پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا [3] اور ہم نے آدمی کو تاکید کی [4]

بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ

اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی [5] اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ

ٹھہرا اسے جس کا تجھے علم نہیں [6] تو تو ان کا کہا نہ مان [7] میری ہی طرف تمہارا

فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۸ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

پھرنا ہے تو میں بتا دوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے [8] اور جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ۝۹

اور اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے [9]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ

اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی

فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَىِٕنْ

تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھتے ہیں [10] اور

جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ

اگر تمہارے رب کے پاس سے مدد آئے [11] تو ضرور کہیں گے ہم تو تمہارے ہی

رب تعالیٰ کی رحمت کی امید مراد ہے۔ یعنی جسے امید ہو کہ میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گا۔ اور وہ میرے گناہ بخش دے گا تو اس کی یہ امید حق ہے واقعی وہ غفور رحیم ہے۔ ۱۴۔ اللہ کی میعاد سے مراد قیامت ہے' یا ہر شخص کی موت' یعنی انسان کو چاہیے کہ اس کی تیاری کرے۔ صرف زبان سے قیامت کا اقرار کر لینا اور تیاری نہ کرنا سخت غلطی ہے۔

۱۔ اس کوشش میں تمام بدنی' مالی عبادات داخل ہیں۔ یعنی تمہاری عبادات کا بدلہ تم ہی کو ملے گا۔ رب تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ لہٰذا اس آیت سے ایصال ثواب کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لئے آگے رب کی بے پروائی کا ذکر ہوا۔ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض نیکیاں بعض گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جیسے بعض گناہ نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ۳۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایمان و عمل سے دو فائدے ہوں گے ایک گناہوں کی معافی دوسرے اجر کا ملنا۔ دوسرے یہ کہ کسی کو ثواب بقدر عمل نہ ملے گا بلکہ بہت زیادہ ملے گا۔ رب ہم کو دیکھ کر اجر نہ دے گا بلکہ اپنی شان کے مطابق دے گا۔ ۴۔ یہ آیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ اپنی والدہ کے بڑے فرمانبردار تھے۔ جب ایمان لائے تو ان کی ماں نے کہا کہ اسلام چھوڑ دو ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی' سوکھ کر مر جاؤں گی اور میرے خون کا وبال تجھ پر ہو گا۔ یہ کہہ کر اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا دھوپ میں بیٹھ گئی' چوبیس گھنٹے اسی حال میں رہی اور بہت ضعیف ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اماں اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے سب قربان ہو جائیں تو بھی میں ایمان نہ چھوڑوں گا۔ جب ماں مایوس ہو گئی تو اس نے کھانا پینا شروع کر دیا' اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ اتری (خزائن العرفان) ۵۔ معلوم ہوا کہ ماں باپ کا مادری پدری حق ضرور ادا کرے اگرچہ وہ کافر ہوں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حق فرزندی ہر قوم میں مانا گیا ہے۔ اسی لئے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ فرمایا گیا' یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام شرعی کے مقابلہ میں کسی قرابتدار کا کوئی حق نہیں جیسا کہ آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔ لہٰذا ماں باپ کے کہنے پر شرعی احکام نماز وغیرہ نہ چھوڑے ۶۔ شرک سے مراد مطلقاً" کفر ہے۔ یعنی ماں باپ کے کہنے سے کفر نہ کرو۔ جب کفر میں ماں باپ کی بھی اطاعت نہیں' تو کسی دوسرے کا ذکر کیا ہے ۷۔ ماں باپ کے کہنے سے ایمان نہ چھوڑے نہ فرض عبادت۔ نفل عبادت ماں کے منع پر چھوڑے حج نفل کے لئے سفر بغیر ماں باپ کی اجازت کے نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان میں تقلید جائز نہیں۔ ۸۔ یہ آیت پچھلی آیت کی دلیل ہے کہ چونکہ تمہیں رب کی طرف ہی رجوع کرنا ہے لہٰذا تمہیں لازم ہے کہ کسی کو راضی کرنے کے لئے اسے ناراض نہ کر لو۔ ۹۔ یعنی نیک کاروں کا

(بقیہ صفحہ ٦٣٣) حشر انشاء اللہ انبیاء صدیقین ، شہدا کے ساتھ ہو گا۔ یہاں صالحین سے مراد انبیاء و اولیاء ہیں۔ اور عملوا الصالحات سے مراد عام مومنین ہیں۔ لہٰذا آیت پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جو خود صالح و نیک ہو اسے نیکوں میں داخل کرنے کے کیا معنی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو صالحین کا ساتھ چاہے وہ نیک اعمال کرے۔ وہاں نسبت سے معیت حاصل نہ ہو گی بلکہ عمل سے ہو گی ١٠۔ یعنی جیسے مومن عذاب الٰہی کے خوف سے گناہ چھوڑ دیتے ہیں ایسے ہی وہ ضعفاء بے وقوف کفار کی ایذا کے خوف سے ایمان چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ منافقین یا ضعفاء مومنین ہیں۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور منافقین مدینہ منورہ میں تھے مکہ معظمہ میں نہ تھے۔ یا اس میں آئندہ کی خبر ہے۔ ١١۔ فتح یا غنیمت یا دنیاوی مال وغیرہ۔

أَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعٰلَمِينَ ⑩

ساتھ تھے [١] کیا اللہ خوب نہیں جانتا جو کچھ جہان بھر کے دلوں میں ہے [٢]

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِينَ ⑪

اور ضرور اللہ ظاہر کر دے گا ایمان والوں کو [٣] اور ضرور ظاہر کر دے گا منافقوں کو

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا

اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ پر چلو [٤]

وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِينَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ

اور ہم تمہارے گناہ اٹھا لیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھائیں

مِّنْ شَيْءٍ ۖ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ⑫ وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ

گے [٥] بے شک وہ جھوٹے ہیں اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے

وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ ۖ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

Page-634.bmp

اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ [٦] اور ضرور قیامت کے دن پوچھے

عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ⑬ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى

جائیں گے جو کچھ بہتان اٹھاتے تھے [٧] اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم

قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ

کی طرف بھیجا [٨] تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا [٩]

عَامًا ۖ فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُونَ ⑭

تو انہیں طوفان نے آ لیا اور وہ ظالم تھے

فَأَنْجَيْنٰهُ وَأَصْحٰبَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنٰهَا اٰيَةً

تو ہم نے اسے اور کشتی والوں کو بچا لیا [١٠] اور اس کشتی کو سارے جہان کیلئے

لِّلْعٰلَمِينَ ⑮ وَإِبْرٰهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا

نشانی کیا [١١] اور ابراہیم کو [١٢] جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ

ع ١٤ | ١٢

١۔ اس طرح کہ ہم تمہاری طرح کلمہ پڑھتے' اعمال کرتے تھے ٢۔ یعنی تم مسلمانوں کے ساتھ نہیں کہ تمہارے دل میں ایمان نہیں۔ معلوم ہوا کہ ساتھ رہنا دل کا معتبر ہے نہ کہ فقط جسم کا۔ ابو جہل حضور سے دور تھا اور اویس قرنی حضور سے قریب تھے اگرچہ ظاہراً" معاملہ برعکس تھا۔ ٣۔ یہاں علم بمعنی اطلاع اور خبر دینا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے علیم و خبیر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو منافقین کا علم دے دیا تھا۔ جو کہے کہ حضور مومنین و منافقین سے خبردار نہ تھے وہ اس آیت سے بے خبر ہے یا اس کا منکر ہے۔ کیونکہ ظاہر کر دینے سے مراد دنیا میں ظاہر فرما دینا ہے ٤۔ کفار مکہ نے عام مسلمانوں سے کہا تھا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ آؤ۔ اگر اس پر تمہاری کچھ پکڑ ہوئی تو ہم بھگت لیں گے۔ تم کو سزا نہ ہونے دیں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان کی اس بکواس کی نہایت نفیس تردید فرمائی گئی۔ ٥۔ یعنی اپنی خوشی سے نہ اٹھائیں گے۔ ہاں ان پر ان کے ماتحتوں کا بوجھ ڈالا جائے گا۔ جس کا ذکر وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ میں ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس طرح دوسروں کا بوجھ نہ اٹھائیں گے کہ اصلی مجرم بالکل ہلکے ہو جائیں ٦۔ یعنی ان کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو موجد قیامت تک کے عاملین کے گناہ کا ذمہ دار ہو گا اور خود عاملین کے گناہ ہلکے نہ ہوں گے۔ ٧۔ یعنی اس بکواس کی بھی انہیں سزا ملے گی جو انہوں کہا تھا کہ ہم تمہارے بوجھ اٹھائیں گے کیونکہ یہ اللہ پر جھوٹ ہے جو کفر ہے' خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں سے پوچھنا عتاب کے لئے ہو گا نہ کہ اپنی بے علمی کی بنا پر ٨۔ نوح علیہ السلام کا نام شریف عبد الغفار یا یشکر یا شاکر ہے۔ خوف الٰہی میں زیادہ رونے اور نوحہ کرنیکی وجہ سے نوح آپ کا لقب ہوا۔ آپ کی ولادت آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے کے سولہ سو بیالیس برس کے بعد سواد عراق میں ہوئی۔ چالیس سال کی عمر شریف میں نبوت عطا ہوئی۔ ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرمائی۔ کفار کی ہلاکت کے بعد کئی سو سال حیات رہے۔ آپ کی قبر شریف مقام کرک علاقہ شام میں ہے فقیر نے زیارت کی ہے (روح) آپ اس وقت کے تمام زمین والے انسانوں کے نبی تھے۔ ٩۔ کہ ساڑھے نو سو برس آپ کی تبلیغ کی مدت ہے' نہ کہ آپ کی عمر شریف کی۔ آپ کی کل عمر چودہ سو برس ہے۔ ١٠۔ جن کی تعداد اسی ٨٠ تھی مع آپ کے اہل و عیال کے۔ اس میں حضور کو تسکین دی گئی کہ آپ اہل مکہ کی سرکشی پر ملول نہ ہوں۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کی اتنی مدت کی تبلیغ میں تھوڑے سے ہی لوگ ایمان لائے۔ ١١۔ اس طرح کہ نوح علیہ السلام کی کشتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف

(بقیہ صفحہ ۶۳۴) تک جودی پہاڑ پر رہی حالانکہ آپ میں اور ہمارے حضور میں تین ہزار نو سو چوہتر سال کا فاصلہ ہے (روح) خیال رہے کہ باقی تمام کشتی والے بے اولاد وفات پا گئے۔ نسل صرف آپ ہی کی چلی۔ اسی لئے آپ کا لقب آدم ثانی ہے اور شیخ المرسلین ہے کیونکہ آپ کی عمر شریف بہت دراز ہے ۱۲۔ لوگوں کو یاد دلاؤ' معلوم ہوا کہ بزرگوں کے واقعات پڑھنے سننے یاد کرنے عبادت ہے جیسے نماز روزہ کیونکہ یہ تقوٰی کے حصول کا سبب ہے۔

ا۔ آپ کی قوم بابل کے لوگ تھے۔ جن میں نمرود بھی داخل ہے اور پوجنے سے مراد یا تو ایمان لانا ہے' یا ایمان لا کر عبادت کرنا کیونکہ کافر پر عبادات فرض نہیں ۲۔ یہ قوم' نمرود کو اور اس کی تصویروں' اس کے نام کے بنائے بتوں' ستاروں' چاند و سورج کو پوجتی تھی۔ خیال رہے کہ صنم وہ بت ہے جو انسانی شکل میں لکڑی پتھر' یا سونے' چاندی لوہے وغیرہ دھاتوں کا بنایا جاوے۔ اور وثن اس سے عام ہے خواہ انسانی شکل کا ہو' یا اور کسی شکل کا' خواہ صرف فوٹو ہو یا مجسمہ (روح) ۳۔ کہ اپنے بنائے ہوئے بتوں کو خدا کا شریک کہتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خلق کے معنی گھڑنا اور بنانا بھی ہیں۔ یہاں تَخْلُقُوْنَ بمعنی بنانا گھڑنا ہے۔ لہٰذا عیسٰی علیہ السلام کا فرمان اخلق لکم اور رب کا فرمانا اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ اسی معنی میں ہے۔ ۴۔ یعنی تمہارے اعتقاد میں بھی کیونکہ وہ لوگ ان بتوں کو خالق و رازق نہ مانتے تھے۔ انہیں صرف اپنا سفارشی جان کر ان کی پوجا کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے آپ کے جواب میں یہ نہ کہا کہ یہ تو ہمارے رزق کے مالک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو اللہ کا بندہ مان کر' اس میں کسی طرح خدا کی برابری مانی جاوے' یہ بھی شرک ہے شرک کی پوری بحث ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ کرو۔ ۵۔ اس پر ایمان لا کر اس کی اطاعت و عبادت کر کے۔ معلوم ہوا کہ ایمان و عبادت رزق کی برکت کا سبب ہے ۶۔ خیال رہے کہ حقیقی شکر رب تعالیٰ کا ہے اور مجازی شکر دوسرے محسنوں کا۔ رب فرماتا ہے۔ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ مگر عبادت خدا کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی کیونکہ عبادت حقیقی ہی ہو سکتی ہے وہاں مجاز بنتا ہی نہیں۔ لہٰذا کوئی دوسرا مجازی الٰہ یا مجازی معبود نہیں۔ ۷۔ جیسے نوح علیہ السلام' صالح علیہ السلام' ہود علیہ السلام' کی قومیں اور ان کا جو انجام ہوا' اس کی بھی تمہیں خبر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کو تاریخی حالات کی کچھ نہ کچھ خبر تھی ۸۔ اور میں یہ فرض انجام دے چکا۔ تمہاری ہدایت میرے ذمہ نہیں لہٰذا میرے نفع کے لئے نہیں بلکہ اپنے بھلے کو ایمان لاؤ ۹۔ کہ پہلے دانے کو زمین میں گلا کر بگاڑتا ہے' پھر اس میں سے پیڑ اگاتا ہے۔ ایسے ہی تم کو زمین میں بگاڑ کر آخرت میں اٹھائے گا۔ ایسے ہی نطفہ کو جما ہوا خون پھر گوشت کا لوتھڑا بنا کر اسے شکل و صورت بخشتا ہے۔ ۱۰۔ یہ پہلے کلام کا نتیجہ ہے یعنی اس سے نتیجہ یہ نکالو۔ ورنہ آئندہ یہ دوبارہ پیدا ہونا ابھی کسی نے نہیں دیکھا' یا یہ کہو کہ دیکھنے سے مراد غور کرنا ہے' نہ کہ آنکھوں سے دیکھنا پھر معنی بالکل ظاہر ہیں ۱۱۔ معلوم ہوا کہ رب کی قدرت کے نظارے دیکھنے کے لئے دریاؤں' پہاڑوں اور زمین کے عجائب' مقامات کی سیر بھی عبادت ہے کہ یہ رب کی معرفت کا ذریعہ ہے ۱۲۔ یعنی جب تم نے جان لیا کہ ہر چیز کا ایجاد فرمانے والا رب ہے تو یہ بھی یقین سے مان لو کہ دوبارہ زندگی دینے والا بھی وہی ہے کیونکہ اعادہ ایجاد سے آسان ہے لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔

اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾

کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے

اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ

تم تو اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو ۱؎ اور نرا جھوٹ گڑھتے

اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

ہو ۲؎ بے شک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو

لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ

تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں ۳؎ تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو ۴؎

وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ

اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو ۵؎ تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور

تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى

اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں ۶؎ اور رسول

الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ

کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا ۷؎ کیا انہوں نے نہ دیکھا

يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى

کہ اللہ کیونکر خلق کی ابتدا فرماتا ہے ۸؎ پھر اسے دوبارہ بنائے گا بیشک

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

یہ اللہ کو آسان ہے ۹؎ تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو ۱۰؎ اللہ کیونکر پہلے

بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ

بناتا ہے پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے ۱۱؎

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ

بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے ۱۲؎ عذاب دیتا ہے

۱۔ یعنی جس گنہگار مومن کو چاہے عذاب دے اور جسے چاہے رحم سے بخش دے' اس میں انبیاء کرام اور جن کی مغفرت کے وعدہ ہو چکا ہے وہ داخل نہیں۔ ایسے ہی کفار بھی اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ ان بزرگوں کا عذاب اور کفار کی مغفرت ناممکن قطعی ہے۔ لہٰذا اس آیت کو امکان کذب کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ یہاں امکان کا ذکر نہیں' وقوع کا ذکر ہے اس سے کذب باری تعالیٰ کا وقوع لازم آ جاوے گا۔ (نعوذ باللہ) اگلی آیت میں اس کی تائید فرمادی ہے۔ ۲۔ یعنی اگر تم بفرض محال آسمان پر پہنچ جاؤ پھر بھی اس سے نہیں بچ سکتے' یا یہ مطلب ہے کہ آسمان و زمین والے اس کے قبضہ سے باہر نہیں۔ ۳۔ ان جیسی آیتوں میں خطاب کفار سے ہے کہ

يَّشَاۤءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَاۤءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَاۤ

جسے چاہے [۱] اور رحم فرماتا ہے جس پر چاہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور نہ تم

اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَاۤءِ ۫

زمین میں قابو سے نکل سکو اور نہ آسمان میں [۲]

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٢٢﴾ ع ۹

اور تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی کام بنانے والا اور نہ مددگار [۳]

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَاۤئِهٖۤ اُولٰۤئِكَ

اور وہ جنہوں نے میری آیتوں اور میرے ملنے کو نہ مانا [۴] وہ ہیں

يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰۤئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٣﴾

جنہیں میری رحمت کی آس نہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے [۵]

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ

تو اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ کہ بولے انہیں قتل کر دو یا

حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

جلا دو [۶] تو اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا [۷] بے شک اس میں ضرور

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ

نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے [۸] اور ابراہیم نے فرمایا تم نے تو اللہ کے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ

سوا یہ بت بنا لئے ہیں جن سے تمہاری دوستی یہی دنیا کی زندگی

الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ

تک ہے [۹] پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کریگا [۱۰]

وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۖ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ

اور ایک دوسرے پر لعنت ڈالے گا [۱۱] اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے [۱۲] اور تمہارا کوئی

تمہارے لئے مددگار کوئی نہیں۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ یا یہ مراد ہے کہ اللہ کے مقابل ہو کر تمہارا مددگار کوئی نہیں مومنوں کے لئے اللہ کی طرف سے بہت مددگار ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ دنیا میں کوئی کام بغیر مددگار نہیں ہوتا۔ یہ ہی آخرت میں ہو گا۔ دنیا آخرت کا نمونہ ہے۔ ۴۔ اس طرح کہ قرآن شریف اور قیامت کے انکاری ہو گئے ۵۔ یعنی کفار' منکرین قیامت اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں وہ اپنے کسی نیک عمل کی جزاء و ثواب کے قائل نہیں کیونکہ جب وہ قیامت اور جنت کے ہی منکر ہیں تو رحمت الٰہی اور جزاء کے قائل کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ان کفار کے متعلق ہے جو موت کے وقت جسم و روح دونوں کو فنا مانتے ہیں اور ثواب وغیرہ کے بالکل قائل نہیں مشرکین ہند ثواب کے قائل ہیں مگر اور لوگوں کے ذریعہ اسی دنیا میں۔ معلوم ہوا کہ رب سے ناامیدی کفر ہے اور ناامید کافر ہے۔ اس ناامیدی پر سخت عذاب ہو گا۔ ۶۔ اس طرح کہ زندہ آگ میں ڈال دو' خیال رہے کہ اسلام میں کسی جاندار کو زندہ جلانا منع ہے۔ اس قوم کے سرداروں نے ماتحتوں سے یہ کہا تھا معلوم ہوا کہ ہارنے والا لڑائی پر آمادہ ہو جاتا ہے' جواب نہیں دیتا۔ یہ عجز کی دلیل ہے ۷۔ یہاں تھوڑی سی عبارت پوشیدہ ہے۔ یعنی انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھڑکتی آگ میں ڈال دیا۔ ہم نے اس آگ کو گلزار بنا دیا اور انہیں بچا لیا سبحان اللہ! اس کی تفسیر دوسری آیات ہیں ۸۔ کیونکہ اتنی زیادہ اور اتنی تیز آگ کا پل بھر میں ٹھنڈا ہونا' اور وہاں گلشن و باغ لگ جانا اور یہ سب کچھ ایک پلک جھپکنے سے پہلے ہو جانا' اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ظاہر کر رہا ہے۔ مگر مومنوں کے لئے ۹۔ یعنی تمہاری ان معبودوں سے دوستی عارضی ہے۔ بعد موت تم ان کے دشمن ہو جاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ مومن کو جو اللہ سے محبت ہے وہ بعد موت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ **گھٹتی نہیں**۔ یا بت پرستوں کی آپس کی دوستی عارضی ہے۔ بعد موت ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا

کہ مومنین کی دوستیاں موت سے ختم نہیں ہوتیں بلکہ بڑھ جاتی ہیں۔ اور آخرت میں کام آتی ہیں۔ ۱۰۔ معلوم ہوا کہ عاقبت میں دنیاوی دوستیاں ختم ہو جائیں گی۔ ایمانی دوستی قائم رہے گی۔ رب فرماتا ہے اَلْاَخِلَّاۤءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۱۱۔ یعنی بت پجاریوں پر' اور پجاری بتوں پر' یا بعض بت پرست بعض پر' ۱۲۔ بتوں کا بھی پجاریوں کا بھی' بت عذاب دینے کے لئے اور پجاری عذاب پانے کے لئے دوزخ میں جائیں گے۔

ا۔ نہ یہ بت‘ نہ تمہارے سردار‘ کیونکہ وہ خود گرفتار ہوں گے۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام آگ سے سلامت نکل آئے تو یہ معجزہ دیکھ کر۔ ۲۔ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ لسلام کے بھتیجے یا بھانجے تھے۔ (روح) ہاران کے فرزند تھے۔ حضرت ابراہیم پر سب سے پہلے لوط علیہ السلام ایمان لائے۔ یعنی ایمان شرعی‘ ورنہ تبلیغ سے پہلے اصل تصدیق تو آپ کی والدہ کو حاصل ہوئی۔ جیسے ہمارے حضور پر عطاء نبوت کے بعد اصل تصدیق حضرت خدیجہ کو پہلے حاصل ہوئی اور تبلیغ کے بعد ایمان شرعی پہلے ابوبکر صدیق کو ملا ۳۔ چنانچہ آپ نے حضرت لوط اور بی بی سارہ کے ساتھ عراق سے شام کی طرف ہجرت کی۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہجرت

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ

مدد گار نہیں ۱ے تو لوط اس پر ایمان لایا۲ے اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت

اِلٰى رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ

کرتا ہوں ۳ے بے شک وہی عزت والا حکمت والا ہے ۴ے اور ہم نے اسے

اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ

اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے ۵ے اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت

وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي

اور کتاب رکھی ۶ے اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا ۷ے اور بیشک آخرت میں

الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ

وہ ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں ہے ۸ے اور لوط کو نجات دی جب اس نے اپنی قوم سے

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ

فرمایا ۹ے تم بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو ۱۰ے کہ تم سے پہلے دنیا بھر

اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ

میں کسی نے نہ کیا ۱۱ے کیا تم مردوں سے بد فعلی کرتے ہو

وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ

اور راہ مارتے ہو ۱۱ے اور اپنی مجلس میں بری بات کرتے

الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا

ہو ۱۲ے تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ بولے

ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم سچے ہو ۱۳ے

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾

عرض کی ۱۴ے میرے رب میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر ۱۵ے

سنت انبیاء ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی جگہ چلا جانا جہاں رب کی عبادت میں روک ٹوک نہ ہو‘ دراصل رب کی طرف جانا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں رب نہیں ہے‘ جہاں جا رہا ہوں وہاں رب ہے ۴۔ لہٰذا اس ہجرت کے حکم میں ہزارہا حکمتیں ہیں ۵ حضرت سارہ کے شکم سے اسحاق علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کی صلب سے یعقوب علیہ السلام۔ چونکہ ان دونوں بزرگوں کی پیدائش آپ کی نہایت ضعیف العمری‘ سن ایاس کے زمانہ میں ہوئی‘ اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ ورنہ آپ کے فرزند حضرت اسماعیل‘ مدین و مدائن بھی ہیں۔ ۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد‘ نبوت ان کی اولاد سے خاص کر دی گئی۔ لہٰذا مرزا نبی نہیں کیونکہ اولاد ابراہیم سے نہیں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد ہونا بھی رب کی نعمت ہے جب کہ ایمان کے ساتھ ہو۔ صواعق محرقہ میں ابن حجر نے فرمایا کہ قیامت تک قطب الاقطاب سید ہو گا۔ یہ درجہ رب نے حضور کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا۔ حضور غوث پاک حسنی حسینی سید ہیں ۷۔ اس طرح کہ انہیں پاک اولاد بخشی۔ نبوت ان کی اولاد سے خاص فرما دی۔ قیامت تک ہر دین میں ان کا ذکر خیر رکھا ان کی سنتیں قائم فرمائیں۔ ہمارے حضور کے ساتھ ان کا نام بھی درود ابراہیمی میں رکھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اولاد میں پیدا فرمایا۔ مراسم حج میں ان کی یادگاریں قائم رکھیں ۸۔ اولوالعزم پیغمبروں سے ہوں گے ۹۔ یعنی جس قوم کے آپ نبی تھے ان سے فرمایا‘ ورنہ لوط علیہ السلام نہ اس قوم کے خاندان سے تھے نہ وطن والوں سے۔ آپ عراق سے تشریف لائے تھے‘ یہ لوگ شام کے علاقے کے تھے۔ قوم کے بہت معنی آتے ہیں۔ ۱۰۔ معلوم ہوا کہ لواطت قوم لوط سے پہلے کسی نے نہ کی اور کوئی جانور بھی یہ کام نہیں کرتا۔ لوطی آدمی جانوروں سے بدتر ہے۔ اسے فاحشہ اس لئے فرمایا کہ اس فعل کی برائی ہر عقلمند جانتا مانتا ہے۔ ۱۱۔ اس طرح کہ مسافروں کے مال لوٹ لیتے ہو‘ یا مسافروں کے ساتھ بد فعلی کرتے ہو‘ اس وجہ سے مسافروں نے اس طرف سے گزرنا چھوڑ دیا۔ یا اپنی نسل ختم کرتے ہو۔ کیونکہ لوطی آدمی آخر کار عورت کے قابل نہیں رہتا (روح) ۱۲۔ گالیاں بکنا‘ سیٹیاں بجانا‘ شراب پینا‘ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا۔ معلوم ہوا کہ درستی اخلاق کے کافر بھی مکلف ہیں کہ اس پر ان کو حاکم اسلام سزا دے سکتا ہے ۱۳۔ یعنی ہماری یہ باتیں اچھی ہیں۔ اگر بری ہیں تو عذاب لاؤ۔ یہ سب کچھ مذاق کے طور پر انہوں کہا تھا ۱۴۔ یعنی اس قوم پر عذاب بھیج دے انہیں ہلاک کر دے۔ کفار کی ہلاکت مومن کی مدد ہے۔ رب نے بذریعہ ملائکہ انہیں ہلاک کیا۔ پتہ لگا کہ اللہ کے بندوں کی مدد اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ہے یہ حضرات مظہر ذات کبریا ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا

اور جب ہمارے فرشتے ۱ ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے ۲ بولے

اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا

ہم ضرور اس شہر والوں کو ہلاک کریں گے ۳ بے شک اس کے بسنے والے

كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا

ستم گار ہیں ۴ کہا اس میں تو لوط ہے ۵ فرشتے بولے

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ

ہمیں خوب معلوم ہے ۶ جو کوئی اس میں ہے ضرور ہم اسے اور اسکے گھر والوں

اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ

کو نجات دیں گے ۷ مگر اس کی عورت کو وہ رہ جانے والوں میں ہے ۸ اور جب ہمارے

جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ

فرشتے لوط کے پاس آئے ۹ ان کا آنا اسے ناگوار ہوا اور انکے سبب دل

ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ

تنگ ہوا ۱۰ اور انہوں نے کہا نہ ڈریئے اور غم نہ کیجئے ۱۱ بے شک ہم آپ کو

وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾

اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے ۱۲ مگر آپکی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے ۱۳

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا

بے شک ہم اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے

مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ

والے ہیں ۱۴ بدلہ ان کی نافرمانیوں کا اور بے شک

تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ہم نے اس سے روشن نشانی باقی رکھی عقل والوں کے لئے ۱۵

۱۔ جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ کچھ اور فرشتے ۲۔ حضرت اسحاق اور ان کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت شریف کی' اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی ولادت کی خوشخبری دینا سنت ملائکہ ہے محفل میلاد شریف کا مقصد بھی یہی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک فرزند اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے ۳۔ یعنی بستی سدوم والوں کو' جہاں لوط علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ ۴۔ معلوم ہوا کہ انسانوں کی بدکاری کی وجہ سے اس بستی میں دوسری مخلوق جانور وغیرہ پر بھی عذاب آجاتا ہے ۵۔ پیغمبر کے ہوتے ہوئے کفار پر عذاب نہیں آتا۔ اسی لئے آپ نے تعجب سے پوچھا کہ وہاں تو نبی رہتے ہیں وہاں عذاب کیونکر آوے گا۔ جواب ملا کہ انہیں پہلے ہی وہاں سے علیحدہ کر دیا جائے گا' غرضیکہ آپ نے کفار کی شفاعت نہیں کی ۶۔ یہ بہت اچھا ترجمہ ہے کیونکہ یہاں اعلم کے معنی یہ نہیں کہ ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں فرشتوں کا علم نبی کے علم سے زیادہ نہیں ہوتا۔ غرضیکہ اعلم حضرت ابراہیم کے مقابلہ میں تفضیل نہیں ۷۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے کام اس کے خاص بندوں کی طرف نسبت کئے جاسکتے ہیں۔ دیکھو نجات دینا اللہ کا کام ہے مگر فرشتوں نے کہا ہم نجات دیں گے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ سے نجات دیتے ہیں۔ حضور جنت دیتے ہیں حضور مشکل کشائی کرتے ہیں۔ حضرت ربیعہ نے حضور سے عرض کیا تھا کہ میں آپ سے جنت مانگتا ہوں۔ ۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے' کہ کون مومن مرے گا کون کافر' کون کس طرح ہلاک ہو گا۔ کہاں ہلاک ہو گا۔ پھر انبیاء کرام' اولیاء اللہ کو یہ علم ماننا شرک نہیں ہو سکتا ۹۔ خوبصورت لڑکوں کی صورت میں وہاں پہنچے تا کہ مجرموں کو موقعۂ جرم پر پکڑا جاوے۔ ۱۰۔ مہمانوں کی آمد سے نہیں بلکہ اپنی قوم کی خباثت کا خیال فرماتے ہوئے کہ اب میں ان مہمانوں کی حفاظت کیسے کروں گا۔ معلوم ہوا کہ مہمان کی حفاظت و توقیر میزبان کے ذمہ ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی پیغمبر فرشتہ کو نہیں بھی پہچانتے مگر جب نزول وحی کے وقت فرشتہ حاضر ہو گا تو نبی کا پہچاننا لازم ہے' ورنہ وحی قطعی نہ رہے گی۔ ۱۱۔ یعنی قوم سے ڈریں نہیں، ہمارا غم کریں نہیں کیونکہ ہم انسان نہیں ہیں، فرشتے ہیں ۱۲۔ نجات دینی رب کا کام ہے مگر فرشتوں نے عرض کیا۔ ہم نجات دیں گے ۱۳۔ یعنی آپ کی بیوی اس بستی میں رہ جائے گی اور کافر قوم کے ساتھ ہلاک ہو گی۔ کفر پر مرے گی۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب دیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ کون' کیسے' کہاں اور کب مرے گا۔ دوسرے یہ کہ کافر کو نبی کی صحبت سے فیض نہیں پہنچتا۔ اور کافرہ کے لئے نبی کی بیوی ہونا بیکار ہے۔ تیسرے یہ کہ جس کو جس سے محبت ہو گی اس کے ساتھ ہو گا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو کفار سے محبت تھی' انہیں کے ساتھ ہلاک ہوئی ۱۴۔ عذاب اتارنا رب کا کام ہے۔ مگر فرشتوں کی طرف نسبت کیا گیا ۱۵۔ چنانچہ اس جگہ سیاہ پانی کے چشمے بہنے لگے جن کی سخت بو دور سے محسوس ہوتی تھی جو پتھر ان پر برسے تھے' ان پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے وہ عرصہ تک باقی رہے۔ حضور کے صحابہ نے دیکھے (روح) ان کے ویران مکان باقی نہ رہے کیونکہ اس زمین کا طبقہ لوٹ دیا گیا تھا۔ چونکہ ان نشانیوں سے دینی عقل والے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لئے انہیں کا ذکر ہوا۔ عقل سے مراد دینی عقل ہے جو حق کی طرف رہبری کرے' جو ایمان بنائے۔ نہ وہ عقل جو توپ و تفنگ و ہوائی جہاز بنائے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَٰقَوْمِ

اور مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا ١ تو اس نے فرمایا اے میری

اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا

قوم اللہ کی بندگی کرو اور پچھلے دن کی امید رکھو ٢ اور زمین میں

فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ

فساد پھیلاتے نہ پھرو ٣ تو انہوں نے اسے جھٹلایا ٤ تو انہیں زلزلے

الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَٰثِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَعَادًا

نے آ لیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے ٥ اور عاد

وَثَمُودَا۟ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَٰكِنِهِمْ ۖ

اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور تمہیں ان کی بستیاں معلوم ہو چکی ہیں ٦

وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَٰنُ أَعْمَٰلَهُمْ فَصَدَّهُمْ

اور شیطان نے ان کے کوتک ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے ٧ اور انہیں راہ سے

عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَٰرُونَ

روکا اور انہیں سوجھتا تھا ٨ اور قارون ٩

وَفِرْعَوْنَ وَهَٰمَٰنَ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مُّوسَىٰ

اور فرعون اور ہامان کو ١٠ اور بے شک ان کے پاس موسیٰ روشن

بِالْبَيِّنَٰتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا

نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا ١١ اور وہ ہم سے نکل کر جانے

سَٰبِقِينَ ﴿٣٩﴾ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنۢبِهِۦ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ

والے نہ تھے ١٢ تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا ١٣ تو ان میں ہم نے

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ

کسی پر پتھراؤ بھیجا اور ان میں کسی کو چنگھاڑ نے

١۔ یعنی شعیب علیہ السلام دوسری جگہ سے آ کر یہاں نبی نہ ہوئے بلکہ اس قوم اس نسب، اس ملک سے تھے۔ یہ مطلب نہیں کہ قوم کو انہیں بھائی کہہ کر پکارنا جائز ہے ٢۔ معلوم ہوا کہ قیامت کا دن مومن کے لئے امید کا، کافر کے لئے خوف کا دن ہے، مطلب آیت کا یہ ہے کہ ایمان لا کر اس کی تیاری کرو ٣۔ یعنی کفر کر کے اور کم تول کر ملک میں فساد نہ پھیلاؤ کہ ان سے عذاب آ جاتے ہیں ٤۔ معلوم ہوا کہ بغیر پیغمبر کے جھٹلائے، اور ان کی نافرمانی کئے عذاب نہیں آتا خواہ رب تعالیٰ کی کتنی ہی نافرمانی کی جائے رب فرماتا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا خیال رہے کہ قوم شعیب پر چیخ کا عذاب آیا تھا جس کی آواز سے زمین میں زلزلہ آ گیا۔ اور قوم کے کلیجے پھٹ گئے۔ لہٰذا اس آیت میں اور اَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ میں تعارض نہیں ٥۔ اس طرح کہ حضرت جبریل نے ان پر چیخ ماری، جس سے زلزلہ آ گیا اور وہ لوگ فنا ہو گئے۔ لہٰذا یہ آیت اس کے خلاف نہیں جہاں چیخ کا ذکر ہے ٦۔ کہ تم ان بستیوں کو اپنے سفروں میں دیکھتے ہو ٧۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں کو اچھا سمجھنا کفر ہے اور شیطانی کام۔ خیال رہے کہ شیطان خود برے کاموں کو اچھا نہیں جانتا مگر لوگوں کو اچھا کر کے دکھاتا ہے وہ خود مشرک نہیں، لوگوں کو مشرک بناتا ہے۔ ٨۔ یعنی قوم ثمود و عاد عقلمند ہوشیار تھی مگر دین کے معاملہ میں انہوں نے عقل سے کام نہ لیا، ساری عقل دنیا پر خرچ کر دی۔ معلوم ہوا کہ عقل کا صحیح مصرف دین ہے ٩۔ معلوم ہوا کہ دین کی ایک چیز کا انکار کرنے والا، ویسا ہی کافر ہے جیسے ساری باتوں کا منکر۔ کیونکہ رب نے قارون کو جو صرف زکوٰۃ کا انکاری تھا فرعون وہامان کے ساتھ ذکر فرمایا جو سارے دینی امور یعنی توحید و نبوت وغیرہ کے انکاری تھے۔ اسی لئے صدیق اکبر نے زکوٰۃ کے منکرین پر جہاد کا حکم دے دیا۔ توبہ کرنے پر معاف فرمایا اور مسیلمہ کذاب کی قوم پر جہاد فرمایا کہ وہ مرتد تھے مسیلمہ کو نبی مان کر ١٠۔ یہاں قارون کا ذکر اس لئے پہلے فرمایا کہ وہ خاندانی شریف تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسبی و خاندانی عزت عذاب سے نہیں بچا سکتی اگر اعمال اچھے نہ ہوں۔ اس سے کفار قریش کو سمجھانا مقصود ہے کہ تم ابراہیمی ہونے پر فخر نہ کرو، ایمان لاؤ۔ ١١۔ فرعون وہامان نے ایمان لانے سے اور قارون نے زکوٰۃ دینے سے۔ لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔ ١٢۔ یعنی تمام کافر قوموں میں سے ہر ایک کو پکڑا۔ یہاں صرف یہ تین مذکورین ہی مراد نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے معلوم ہو رہا ہے ١٣۔ یعنی کسی کو دوسرے کے کفر سے نہ پکڑا بلکہ خود اپنے کفر کی وجہ سے۔ اس لئے ہر جگہ سے مسلمان نکال کر پھر کفار پر عذاب بھیجا۔ خیال رہے کہ کفار کے چھوٹے بچے ان کے تابع ہو کر ہلاک ہوئے لہٰذا آیت پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کفار کے بچے کس جرم میں پکڑے گئے۔ جیسے کفار کے علاقوں کے جانور بھی ان کی وجہ سے ہلاک ہوئے خیال رہے کہ دنیا میں تو بعض بے قصوروں پر مجرموں کی وجہ سے عذاب آ جاتا ہے۔ گندم کے ساتھ گھن پس جاتے ہیں مگر آخرت میں نیکوں کے طفیل ہم جیسے مجرم بخشے تو جائیں گے مگر بدکاروں کی وجہ سے بے قصور پکڑے نہ جائیں گے۔ ہر شخص کو اپنے جرم کی سزا ملے گی۔

۱۔ چنانچہ قوم لوط پر پتھراؤ ہوا۔ قوم ثمود آواز سے ہلاک کی گئی۔ قارون زمین میں دھنسایا گیا، قوم نوح غرق کی گئی۔ ان واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ۲۔ یعنی یہ عذاب ہم نے ان پر بے قصور نہ بھیجے بلکہ انہوں نے خود بد اعمالیاں کر کے منگائے جیسے کوئی خود کشی کر کے اپنی موت منگائے خیال رہے کہ کافر و بدکار دوسروں پر بھی ظلم کرتا ہے اور خود اپنے پر بھی۔ ظلم کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کی ملک میں ناجائز تصرف کرنا یا کسی کا حق نہ دینا۔ ہمارے نفوس اللہ کی ملک ہیں اور ان کا ہم پر حق ہے۔ تو مجرم جرم کر کے اللہ کی ملک میں ناجائز کرتا ہے۔ اور اپنے نفس کا حق مارتا ہے لہٰذا یقیناً ہر معنی سے ظالم ہے ۳۔ خدا کے دشمنوں کو دوست بنایا جو

الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَ

آ لیا اور ان میں کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور

مِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ

ان میں کسی کو ڈبو دیا ۱ اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے

وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٠﴾ مَثَلُ الَّذِينَ

ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ۲ ان کی مثال

اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ

جنہوں نے اللہ کے سوا اور مالک بنا لئے ہیں مکڑی کی طرح ہے ۳

اتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ

اس نے جالے کا گھر بنایا ۴ اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر

الْعَنْكَبُوتِ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

مکڑی کا گھر ۵ کیا اچھا ہوتا اگر جانتے ۶ اللہ جانتا ہے

مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ

جس چیز کی اس کے سوا پوجا کرتے ہیں ۷ اور وہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا

عزت و حکمت والا ہے ۸ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے

لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ

بیان فرماتے ہیں ۹ اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے اللہ

اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي

نے آسمان اور زمین حق بنائے ۱۰ بے شک اس میں

ذَٰلِكَ لَآيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٤﴾

نشانی ہے مسلمانوں کے لئے ۱۱

وقف لازم

ع ۱۶

اولیاء من دون اللہ ہیں۔ اس کے دوست اولیاء اللہ ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔ انہیں ولی ماننا ایمان کا رکن ہے۔ یا یہاں اولیاء بمعنی حقیقی مالک اور معبود ہے ۴۔ یعنی جیسے لکڑی کا جالا گرمی۔ سردی دور نہیں کر سکتا۔ گرد و غبار کو روکتا نہیں دیکھنے میں بہت پھیلا ہوتا ہے مگر اس کی حقیقت کچھ نہیں ۵۔ کہ نہ اس کی بنیاد ہے نہ دیواریں، نہ چھت، نہ کوئی اور چیز کی پختگی ۶۔ کفار عرب آرام میں تو بتوں کی پرستش کرتے تھے مگر تکلیف میں صرف خدا کو پکارتے اور اس سے مدد مانگتے تھے۔ گویا ان کے نزدیک ان کے بت مصیبتوں میں کام آنے والے نہ تھے۔ مگر انہوں نے کبھی اس پر غور نہ کیا کہ جسے مصیبت میں پکارتے ہو اس کو آرام میں پکارو۔ یہاں اس کی شکایت کی جا رہی ہے۔ ہمارا مصیبت میں حکام یا پولیس سے امداد لینا، یا آفات میں اولیاء اللہ یا انبیاء کرام کا سہارا پکڑنا اس میں داخل نہیں کیونکہ ہم انہیں رب کی مشکل کشائی حاجت روائی کا مظہر سمجھتے ہیں یہ استعانت شرک نہیں۔ اگر مجرم گنہگار نبی کے آستانہ پر جا کر فریادی ہو تو شرک نہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ؎

یا رسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام
ہیچو کاہ آدم کوہ گناہ آوردہ ام

۷۔ ان جیسی آیات میں بعض فضلاء، دیوبند یدعون کے معنی پکارنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یا رسول اللہ، یا غوث وغیرہ کہنا شرک ہے مگر خود ہر حاجت پر امیروں، حکیموں، حاکموں کو پکارتے ہیں۔ نماز میں سب پڑھتے ہیں۔ السلام علیک ایہا النبی، لہٰذا یہاں یدعون کے معنی پوجنا بہت موزوں ہیں ۸۔ یعنی ان کفار مکہ پر اس قدر کفر و عناد کے باوجود جلد عذاب نہ آنا، ہماری بے خبری کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس کی بہت حکمتیں ہیں کہ ان میں سے بعض خود اور بعض کی اولاد ایمان لانے والی ہے ۹۔ نہ کہ آپ کے لئے، اے محبوب آپ تو پہلے ہی سے جانتے پہچانتے پیدا فرمائے گئے ۱۰۔ یہاں حق سے مراد حکمت ہے، لہٰذا یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کہ اللہ کے سوا سب باطل ہے۔ وہاں باطل سے مراد فانی ہے ۱۱۔ چونکہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور کر کے معرفت الٰہی صرف مومن ہی حاصل کرتے ہیں اس لئے انہیں کا ذکر ہوا۔ ورنہ یہ سب کے لئے عبرت ہیں۔